بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیاد گار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ماہنامہ اشرفیہ
مبارکپور

جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ | اپریل ۲۰۱۵ء | جلد نمبر ۳۹ شمارہ ۴

مجلس ادارت
مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت
مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	چالیسویں عرس عزیزی کی علمی اور روحانی بہاریں	مبارک حسین مصباحی	(۳)

تحقیقات

علمی تحقیقی	لین دین میں وعدہ ومعاہدہ کی اہمیت	محمد آصف اقبال عطاری	(۱۰)

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں....؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	(۱۲)

نظریات

فکر امروز	کہاں ہیں اِس فساد کی جڑیں	مولانا محمد اسحاق مصباحی	(۱۴)

اسلامیات

جہانِ تصوف	التصوف بین الافراط والتفریط (آخری قسط)	محمد ساجد رضا مصباحی	(۱۷)

شخصیات

انوارِ حیات	مرشد اعظم ہند احسن العلما مارہروی	مبارک حسین مصباحی	(۲۴)
ماضی اور حال	تاریخ ساز فیصلہ (آخری قسط)	مفتی محمد سلیم بریلوی	(۲۹)
یادیں	حافظ ملت بحیثیت مشفق استاد	منور حسین مصباحی عزیزی	(۳۵)

سیاسیات

آئینۂ وطن	کیا مذہبی انتہا پسند قرآن وحدیث کی غلط تشریح کا نتیجہ ہے	غلام رسول دہلوی	(۳۷)

بزمِ دانش

فکر ونظر	لومیرج، اسباب واثرات	محمد ساجد رضا مصباحی/محمد عابد چشتی	(۳۹)

ادبیات

نقد ونظر	مناقبِ رزاقیہ/حدیثِ محبت	مبصر: ڈاکٹر عبد الرشید ظہیری/محمد طفیل احمد مصباحی	(۴۴)
خیابان حرم	حمد ونعت ومناقب	ڈاکٹر صابر سنبھلی/ فاخر جلال پوری/ ڈاکٹر آفاق فاخری	(۴۶)

وفیات

سفرِ آخرت	حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی والدہ کا وصال/ مدیرِ اشرفیہ کی والدہ کا وصال/ممبئی میں مفتی محمد شعبان علی حبابی نعیمی کا وصال		(۴۷)

مکتوبات

صدائے بازگشت	ناظم اشرف مصباحی/محمد عرفان قادری/ سید آصف رضا		(۵۰)

سرگرمیاں

خیر وخبر	مرکزی حج کمیٹی کے فیصلہ پر تنظیم ابنائے اشرفیہ کا حتجاج/بھیونڈی میں علامہ فضل حق خیر آبادی ایوارڈ کا اعلان/شہر ہبلی میں عرسِ حافظِ ملت/ مبارک پور میں استاذ الحفاظ حافظ شبیر احمد مصباحی کا فاتحہ چہلم/ہبلی میں حافظ شبیر احمد مصباحی کا فاتحہ چہلم		(۵۴)

اداریہ

چالیسویں

عرسِ عزیزی کی علمی اور روحانی بہاریں

تنظیم ابنائے اشرفیہ نے دو اہم شخصیات کو ''حافظِ ملت ایوارڈ'' دیا

مبارک حسین مصباحی

تاریخ میں عظیم ترین شخصیات کے تذکرے ملتے ہیں، انھیں میں ایک بلند پایہ شخصیت استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کی ہے۔ آپ کا اسم گرامی شیخ ''عبد العزیز'' محدث دہلوی کے نام پر داداجان نے ''عبد العزیز'' رکھا۔ بزرگوں کے فیوض و برکات، ایک عظیم نام کی نسبت اور ذاتی محنت سے آپ بھی محدث مرادآبادی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء قصبہ بھوج پور ضلع مرادآباد میں ہوئی اور آپ کا وصال پر ملال قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱/ مئی ۱۹۷۶ء میں ہوا۔ اس بار آپ کا چالیسواں عرس مبارک تھا۔ بفضلہ تعالیٰ یہ عرس گذشتہ چالیس برس سے علم و روحانیت کا سرچشمہ بن کر منعقد ہوتا ہے۔ اس بار بھی عرس حافظ ملت کی تمام تقریبات شرعی پابندیوں کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ عرس کی قیادت صاحبِ سجادہ شہزادۂ حافظ ملت پیر طریقت عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمائی۔ عرس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد کا مجمع تھا، علما اور مشائخ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ **امسال جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے پانچ سو پچیس طلبہ کی فراغت ہوئی۔** درجنوں کتابوں کا رسمِ اجرا ہوا اور کتابی میلا بھی حدِ نظر پھیلا ہوا تھا۔

برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بانی خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی نور اللہ مرقدہ کا روحانی مرکز اجمیر معلیٰ میں ہے۔ حضرت حافظِ ملت نے ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۵۱ھ تک کا طویل عرصہ مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں گزارا۔ اجمیر شریف میں ایک جانب تاج دارِ روحانیت حضرت خواجہ غریب نواز کے ابلتے چشمے سے اکتساب فیض فرما رہے تھے اور دوسری جانب مسندِ تدریس کے عظیم شیخ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز اور دیگر اساتذہ سے علوم و فنون کے جام پی رہے تھے۔ حضرت حافظِ ملت سفرِ حج و زیارت سے پہلے فرماتے تھے کہ میری زندگی میں سب سے قیمتی دور اجمیر معلیٰ کا عہدِ طالب علمی ہے، مگر اب مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ہے۔

حضرت حافظ ملت اپنے عہد کے عظیم بزرگ اور پیکرِ حق و صداقت تھے۔ عہدِ طالب علمی سے آپ فرائض و واجبات کے پابند تھے، بلکہ نمازِ تہجد اور سننِ مصطفیٰ ﷺ کے بھی سخت عامل تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ نبی ﷺ کا قانون توڑ کر ان کے دیار میں حاضر ہونا مجھے گوارا نہیں۔ آپ نے صرف اس لیے سفر حرمین کے لیے تصویر نہیں بنوائی اور بفضلہ تعالیٰ بغیر فوٹو کے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت حافظ ملت کی مکمل زندگی عشقِ الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ سے لبریز تھی، ملک بھر میں آپ کے مریدین اور متوسلین کی بھی تعداد کثیر ہے اور بلند پایہ تلامذہ بھی ملک اور بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ آج عام طور پر دینی، علمی اور روحانی میدانوں پر نظر ڈالیے آپ کے تلامذہ صفِ اول میں قیادت فرماتے نظر آتے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ایک ممتاز وصف یہ تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر فرد اس تصور میں مگن رہتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھے چاہتے ہیں۔ آپ کے خلقِ جمیل کا یہ وصف آج بھی زبان زد عوام و خواص ہے۔ آپ مبارک پور کے جس ادارے میں تشریف لائے وہ ایک چھوٹا سا ادارہ تھا، مگر آپ کی مسلسل محنت اور جدوجہد سے یہ ادارہ پہلے دار العلوم بنا اور اب جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام سے عظیم علمی اور تحقیقی مرکز بن گیا ہے۔

قیام گاہ حافظ ملت پر قرآن خوانی: ۳۰/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ/۲۱/ مارچ ۲۰۱۵ء کو نمازِ فجر کے بعد حضرت حافظِ ملت کی قیام گاہ پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، اس تقریبِ سعید کی قیادت صاحبِ سجادہ حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔ اس میں کثیر تعداد میں علما و مشائخ اور مریدین و متوسلین شرکت فرماتے ہیں۔ تلاوت قرآن عظیم اور نعت و منقبت سے محفل کا آغاز ہوا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے استاذ حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی نے حضرت کی روحای زندگی پر خطاب فرمایا۔ صلاۃ و سلام کے بعد حضرت صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے شجرہ خوانی فرمائی، دین و

سنیت کے فروغ کے لیے دعا فرمائی۔ آپ نے ملکی اور بین الاقوامی مسلمانوں کے مسائل کے لیے بھی دعا فرمائی۔ اس مبارک موقع پر حضرت عزیز ملت نے ہماری والدہ محترمہ آمنہ خاتون علیہا الرحمہ کے لیے بھی دعائے مغفرت فرمائی۔ آخر میں انجمن غوثیہ پرانی بستی، مبارک پور کی جانب سے حلوہ تقسیم کیا گیا۔

دونوں دن چادروں کے جلوس: دونوں دن بعد نماز ظہر حضرت حافظ ملت کی قیام گاہ سے چادروں کا جلوس نکلا، اس جلوس کی قیادت بھی حضرت صاحب سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔ جلوس میں مبارک پور کی مختلف انجمنیں چادریں پڑھتی ہیں۔ شرکا میں مقامی و بیرونی حضرات کا ہجوم شوق ہوتا ہے۔ عشق و وارفتگی سے پوری فضا معطر رہتی ہے، دونوں دن یہ جلوس حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے مزار اقدس پر پہنچے اور حضرت صاحب سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے قل شریف کے بعد رقت انگیز دعائیں فرمائیں اور حضرت حافظ ملت کے طفیل مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل عقیدت کی عرضیاں پیش کیں۔ اس وقت سامعین و حاضرین کیف و وجد میں سرشار تھے۔ واضح رہے کہ یہ تو مرکزی جلوس ہوتا ہے، اس کے علاوہ دونوں دن مبارک پور کے مختلف علاقوں سے مسلسل چادروں کے جلوس آتے رہتے ہیں۔

دو روزہ اجلاسِ عام: دونوں دن بعد نمازِ عشا حضرت صاحب سجادہ دامت برکاتہم الالیہ کی صدارت وقیادت میں اجلاس عام کا انعقاد ہوا۔ وسیع اسٹیج علمائے کرام اور مشائخ عظام سے لبریز تھا۔ سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے تھا۔ دونوں دن اجلاس کی نظامت مولانا قیصر اعظمی نے فرمائی۔ پہلا اجلاس قرآن عظیم کی تلاوت اور مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی نعتوں سے شروع ہوا۔ اس دوران مناقب حافظ ملت علیہ الرحمہ کا نورانی سلسلہ بھی جاری رہا۔ خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی، مبلغ اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد القادری مقیم امریکہ، باسنی کے خطیب وامام حضرت مولانا حافظ اللہ بخش، حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی دہلوی، معروف عربی ادیب حضرت مولانا حبیب اللہ بیگ مصباحی ازہری استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور حضرت مولانا محمد قاسم دیناج پوری وغیرہ علمائے کرام کے علمی، فکری اور روحانی خطابات ہوئے، ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں حضرت حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی علمی اور عالمی خدمات پر روشنی ڈالی۔ حضرت مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے اپنے پر زور بیان سے حق خطابت ادا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے زبان و قلم کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔

دوسرے دن ۲۲/ مارچ ۲۰۱۵ء کو باضابطہ اجلاس عام کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا عبد المالک مصباحی، حضرت مولانا احمد رضا مصباحی اور حضرت مولانا منظور احمد خاں مصباحی سلطان پوری نے اپنے اپنے مخصوص لب و لہجے میں خطاب فرمایا۔ سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے نصف گھنٹے سے زائد نت نئے مسائل کے تحقیقی جوابات عنایت فرمائے۔ حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی سامعین کی جانب سے آئے تحریری سوالات پڑھ رہے تھے اور حضرت سراج الفقہا اطمینان بخش انداز میں تحقیقی مسائل کا حل پیش فرما رہے تھے۔ ایک سوال موجودہ حکومت کی جانب سے حجاج کرام پر قربانی کی رقم قبل از وقت لازمی طور پر جمع کرنے کے تعلق سے تھا۔

سوال: اس سال حج کمیٹی میں عازمین حج پر یہ لازم کر دیا ہے کہ وہ قربانی کے روپے بھی دیگر مصارف کے ساتھ جمع کریں۔ سوال یہ ہے کہ حج کمیٹی کا عازمین حج پر یہ پابندی عائد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حج کمیٹی کا عازمین حج پر یہ پابندی عائد کرنا شرعاً درست نہیں، کیوں کہ شریعت طاہرہ نے عازمین پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے، بلکہ انھیں اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو خود جانور کا انتخاب کر کے اپنے ہاتھوں سے اس کی قربانی کریں یا اپنے معتمد کے ذریعہ اسے نائب بنا کر یہ کام کرائیں، پھر ہر حاجی پر قربانی واجب نہیں اور جن حاجیوں پر قربانی واجب ہے ان میں بھی ہر حاجی پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ قربانی کرے بلکہ محتاج کو قربانی کے بدلے روزے رکھنے کی اجازت ہے، جب کہ حج کمیٹی اپنے قانون کے ذریعہ سب پر قربانی کرنا لازم کر رہی ہے، بلکہ یہ بھی لازم کر رہی ہے کہ حاجی اسی کے ذریعہ قربانی کرائے خود نہیں کر سکتا۔ ایسے جبری فرمان کے لیے شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، اس مسئلے کی تفصیل مختصراً یہ ہے:

(الف) جو حاجی صرف حج کرے عمرہ نہ کرے اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ عامۂ کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے۔

(ب) جو حاجی حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے اور وہ محتاج ہو، اسے شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ قربانی کے بدلے تین روزے حج سے پہلے اور سات روزے حج کے بعد رکھ لے۔ چناں چہ قرآن پاک میں ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (البقرۃ، آیت:۱۹۶)

جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے، پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات واپسی کے بعد یہ دس پورے ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کتبِ فقہ میں اس بارے میں واضح تصریحات ہیں۔

(ج) جس حاجی پر قربانی واجب ہے اس پر فقہ حنفی میں یہ ترتیب بھی واجب ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو پہلے شیطان کو کنکری مارے، اس کے بعد قربانی کرے، اس کے بعد سر کے بال مونڈائے یا کٹا کرکم کرے۔ اس ترتیب کے خلاف عمل کرنے سے دَم (جرم کی وجہ سے قربانی) واجب ہوتا ہے، جب کہ حکومتِ سعودیہ اس ترتیب کو واجب نہیں مانتی تو ہو سکتا ہے کہ یہ قربانی ترتیبِ واجب کے خلاف ہو جائے، جس کی وجہ سے حاجی پر دَم واجب ہوتا ہے۔ اس طرح اس قانون میں حاجی کو اپنے مذہب کے خلاف عمل پر مجبور کرنے کی بھی صورت ہے جس کا حق قطعاً حج کمیٹی کو نہیں پہنچتا۔ حج کمیٹی کو چاہیے کہ حاجیوں کو اپنے مذہب کے مطابق مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے آزاد رکھے اور ان کی دیگر سہولیات کا بہتر انتظام کرے۔ قرآن حکیم میں ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کے بعد معروف مصنف پیر طریقت حضرت مولانا بدر القادری کا پر مغز خطاب ہوا۔ آپ عرصۂ دراز سے ہالینڈ کی سرزمین پر دعوت و تبلیغ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ حضرت حافظِ ملت کے تلمیذ رشید ہونے کا سرمایۂ افتخار رکھتے ہیں۔ ”عزیزیات“ آپ کا خاص موضوع رہا ہے۔ آپ نے اپنے عہدِ ادارت میں ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور سے ضخیم ”حافظِ ملت نمبر“ شائع کیا اور چند برس قبل ”حیاتِ حافظِ ملت“ کے نام سے ۹۲۰ر صفحات پر مشتمل عظیم و ضخیم کتاب لکھی۔ آپ نے اپنے تازہ خطاب میں حضرت حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ کو موضوعِ سخن بنایا۔ آپ نے خطاب کے دوران اہلِ مبارک پور کی عہد ساز قربانیوں کا بطور خاص ذکر خیر فرمایا۔ اسی کے ساتھ آپ نے ملک و ملت کے لیے کئی اہم پیغامات بھی دیے۔

جامعہ اشرفیہ کے مبارک پور کے نام ور استاذ حضرت مولانا عبد الحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ نے ایک انتہائی اہم مسئلے کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے اپنی مختصر اور جامع گفتگو میں حق و ناحق کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ دیا۔ اب پورے مجمع کی نگاہ خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کی جانب مرکوز تھی آپ نے حق و باطل کے موضوع پر ایک انتہائی جامع اور پر مغز خطاب فرمایا۔ آپ نے خاص طور پر حضرت حافظ ملت کی زندگی اور جامعہ اشرفیہ کے لیے ان کی مسلسل جد و جہد کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا، آج ملک اور بیرون ملک سیکڑوں مصباحی برادران دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ فرزندانِ اشرفیہ دراصل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے سچے سپاہی ہیں جو ہر محاذ پر اسلام و سنیت کے فروغ و ارتقا میں لگے ہوئے ہیں۔ مولانا عبید اللہ خاں اعظمی نے اپنے خطاب کے آخر میں دو اہم باتوں کی جانب عرس کمیٹی اور سامعین کی توجہ مبذول کرائی، پہلی بات تو یہ ہے کہ آئندہ برس کمیٹی کو چاہیے کہ وہ کم و بیش بیس پچیس بالٹیاں خریدے اور چند لوگوں کو چندے کی وصول یابی کے لیے لگا دے۔ اس طرح دونوں دن ایک لمبی رقم وصول ہو جائے گی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے چند لوگوں کو متعیّن کر دیا جائے، جو گاڑیوں کے نظم و نسق پر گہری نظر رکھیں۔ اس سے گاڑی والوں کو جو دقتیں پیش آتی ہیں ان سے نجات مل جائے گی۔

قل شریف کی روحانی محفل: اب قل شریف کا وقت ۱۱ر بج کر ۵۵ر منٹ ہو چکا تھا، نام ور قراے کرام نے تلاوت قرآن عظیم فرمائی، اس کے بعد حضرت صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے شجرہ شریف پڑھا اور انتہائی رقت انگیز دعا فرمائی۔ اس موقع پر مجمع سراپا ادب بنا ہوا تھا۔ آپ نے حاضرین و زائرین کے ساتھ ملک و ملت کے لیے بھی دعا فرمائی۔ عالم اسلام کے لیے بھی بارگاہِ الٰہی میں التجائیں فرمائیں۔ آپ نے غیروں کی شر انگیزیوں سے نجات اور اہلِ سنت و جماعت کے داخلی اختلافات سے حفاظت کے لیے بھی آنسو رلا دینے والی دعا فرمائی۔ حضرت صاحبِ سجادہ نے دونوں عالم کے مالک و مختار حضور ﷺ سے لے کر حضرت حافظِ ملت قدس سرہ العزیز تک تمام انبیا و رسل اور اولیاے کرام اور علماے ربانیین کی بارگاہوں میں ایصالِ ثواب کیا۔

دو اہم شخصیات کو حافظِ ملت ایوارڈ: اہلِ سنت کی عظیم تحریک تنظیم ابناے اشرفیہ مبارک پور کا تعارف حضرت مفتی زاہد علی سلامی نے فرمایا اور پھر انتہائی ولولہ و شوق کے ساتھ حسبِ روایت دو اہم شخصیات کی بارگاہوں میں ”حافظِ ملت ایوارڈ“ پیش کیا گیا۔ ایوارڈ یافتگان میں

پہلا معروف نام داعیِ امت، سراج ملت مرشدِ طریقت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ قادری مصباحی سابق سجادہ نشیں بیت الانوار گیا علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ ان کی بارگاہ میں سپاس نامہ حضرت مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے پڑھا۔ اس کے بعد حضرت عزیز ملت اور دیگر اکابر علمائے کرام نے شہزادۂ سراج ملت حضرت مولانا محمد نعیم الہدیٰ قادری مصباحی کو پیش کیا۔ اسی کے ساتھ حضور حافظِ ملت کے مزارِ مقدس کا خوب صورت پیکرِ جمیل بھی پیش کیا، سپاس نامہ کا متن حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم*نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سپاس نامہ

حافظِ ملت ایوارڈ

بیادگار سراجِ ملت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ قادری مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان، سابق سجادہ نشین آستانہ قادریہ بیت الانوار گیوال بیگہ، گیا بہار

بدست شہزادۂ سراج ملت حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الہدیٰ قادری مصباحی، سجادہ نشین آستانۂ بیت الانوار، گیوال بیگہ، گیا، بہار

محترم حضرات! آج ہم بے پناہ مسرور ہیں کہ یادگار سلف حضرت سراج ملت علیہ الرحمۃ کی وسیع دینی، علمی اور روحانی خدمات کا اعتراف کر رہے ہیں اور ان کی یاد میں "حافظِ ملت ایوارڈ" تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے جاری کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ یہ مقدس تقریب جلالۃ العلم حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کے چالیسویں عرس کے زریں موقع پر انجام پا رہی ہے۔

حضرت سراجِ ملت کی ولادت ۱۰/ ربیع النور ۱۳۳۲ھ/۶/ فروری ۱۹۱۴ء میں گیا، بہار میں ہوئی۔ آپ ایک علمی اور صوفی خاندان میں پروان چڑھے۔ آپ کے دادا جان حضرت صوفی شاہ مدار بخش شہید علیہ الرحمہ تھے، آپ کے والدِ گرامی حضرت مولانا شاہ الحاج نور الہدیٰ قادری علیہ الرحمہ تھے جو اپنے عہد کے نام ور عالمِ ربانی اور شیخ طریقت تھے۔

حضرت سراجِ ملت نے آستانۂ بیت الانوار، گیا کی حویلی میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور مقامی مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کے برادرِ گرامی حضرت مولانا فیض الہدیٰ قادری علیہ الرحمۃ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں زیرِ تعلیم تھے۔ اپنے برادرِ گرامی کے ساتھ آپ بھی اجمیر شریف چلے گئے۔ حضرت حافظِ ملت اعلیٰ کتابوں کے متعلّم تھے اور اسی کے ساتھ معین المدرسین بھی تھے۔ حضرت سراجِ ملت نے زیادہ کتابیں حضرت حافظِ ملت سے پڑھیں۔ حضرت حافظ ملت جب مبارک پور آئے تو چند منتہی طلبہ کو مبارک پور بلایا، ان میں حضرت سراجِ ملت بھی تھے۔

حضرت سراجِ ملت ایک مردِ صالح اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے۔ ایک بلند اخلاق پاکیزہ خاندان میں پرورش پائی اور دوسری طرف حضرت حافظِ ملت کی شخصیت نے بھی آپ پر گہرے اثرات مرتب فرمائے۔ آپ نے بڑی محنت سے تعلیم و تربیت کے مراحل طے کیے۔ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد بحیثیت سجادہ نشیں آپ نے دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے گراں قدر کارنامے انجام دیے۔ آپ کے خاندانی بزرگوں کے مریدین و متوسلین بھی تھے اور خود آپ کے ارادت مندوں کا سلسلہ بھی دن بہ دن بڑھنے لگا۔ آپ ارادت مندوں کے حلقوں میں سفر فرماتے۔ ضرورت مندوں کی حاجت روائی فرماتے۔ آپ کے مریدین میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی تھے۔

آپ کے معمولات میں تعویذ نویسی عام تھی۔ نمازِ فجر کے بعد دلائل الخیرات شریف حسب معمول پڑھتے اس کے بعد تعویذ لینے والوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ نمازِ ظہر کے بعد طعام اور قیلولہ فرماتے۔ مریدین و متوسلین پھر تعویذ کے لیے جمع ہو جاتے، بعد نمازِ عصر آستانہ عالیہ قادریہ میں تشریف رکھتے۔ آپ کے گرد معتقدین اور محبین جمع ہو جاتے، مسائل دریافت کیے جاتے، چائے نوشی کا دور چلتا، پھر اسی دوران نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا۔ بعد نمازِ مغرب تعویذات دیتے یا مطالعہ کتب میں رہتے اور بعد نمازِ عشا کھانے سے فارغ ہو کر چہل قدمی فرماتے، اس کے بعد مطالعۂ کتب میں مستغرق رہتے، چند گھنٹے سو کر نمازِ تہجد ادا فرماتے اور صبح صادق تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے۔

آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ سلسلۂ معرفت در اصل تزکیۂ نفس اور خدمتِ خلق کا نام ہے۔ آپ جود و سخا میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے، فقرا اور مساکین عام طور پر آپ کے دروازے پر رہتے تھے۔ آپ انتہائی متواضع اور کریم النفس تھے۔

حضرت سراج ملت نے اپنے خاص حلقوں میں مدارس و مکاتب قائم کیے۔ آپ کی فکروں کا خاص نشانہ مدرسہ عین العلوم گیوال بیگہ، گیا تھا۔ اس ادارے میں آپ نے حد درجہ محنت فرمائی۔ اس ادارے میں بہت سے اکابر و مشائخ بھی تشریف لائے۔

حضرت سراج ملت نے معاشرتی صلاح و فلاح کے لیے متعدّد کتابیں بھی تالیف فرمائیں مثلاً:

(۱) السراج الوہاج معروف بہ سفینۂ نجات۔ (۲) صدائے حق (۳) سراج ہدایت اور (۴) السراج الکامل۔

ملک کے مختلف گوشوں میں آپ کے مریدین و متوسلین کی تعداد کثیر ہے۔ آپ کے خلفا کی تعداد بھی نصف درجن سے زائد ہے۔ آپ نے دو بار سفرِ حج و زیارت بھی فرمایا۔

سراجِ ملت کی بلند پایہ شخصیت اپنی خاندانی وجاہت کے ساتھ ذاتی خوبیوں کی بھی مرقع تھی۔ آپ نے دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے یادگار کارنامے انجام دیے، خاص بات یہ ہے کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا تعلق اس خاندان سے ہر دور میں گہرا رہا اور بفضلہ تعالیٰ آج بھی دونوں خانوادوں میں باہمی روابط برقرار ہیں۔

۵ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ/۱۱ر مارچ ۱۹۹۲ء میں آپ کا وصال پر ملال ہو گیا۔ وقتِ وصال آپ کی عمر ۸۰ر برس تھی۔ آپ کے وصال پر سنی دنیا میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ مولا تعالیٰ انھیں ان کے نیک اعمال اور بابرکت کارناموں کی جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو دارین کی سعادتیں مرحمت فرمائے۔ آمین۔

بموقع عرس حافظ ملت	از: عبدالحفیظ عفی عنہ
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ	(صدر تنظیم ابنائے اشرفیہ و سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
۲۲ر مارچ ۲۰۱۵ء	من جانب: تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

دوسرا "حافظِ ملت ایوارڈ" استاذ العلما حضرت مولانا اعجاز احمد ادروی مصباحی دام ظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر کی بارگاہ میں پیش کیا۔ ان کا سپاس نامہ حضرت مولانا خالد ایوب مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے پڑھا اور پھر حسب سابق حضرت عزیز ملت اور دیگر علمائے کرام نے موصوف کی بارگاہ میں پیش کیا۔ انھیں بھی حضور حافظِ ملت کے مزارِ اقدس کا خوب صورت پیکرِ جمیل پیش کیا گیا۔ حضرت استاذ العلما کی بارگاہ میں پیش کردہ سپاس نامہ حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم*نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سپاس نامہ

حافظِ ملت ایوارڈ

بخدمت اقدس استاذ الاساتذہ حضرت علامہ اعجاز احمد ادروی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ، شیخ الحدیث دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر

محترم حضرات! آج ہم بہت خوش ہیں کہ تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے حضرت استاذ الاساتذہ کی بارگاہ میں "حافظِ ملت ایوارڈ" پیش کر رہے ہیں۔ یہ اہم ایوارڈ ان کی قریب پیسنٹھ سالہ دینی، علمی، تدریسی اور تعمیری خدمات کا اعتراف ہے۔ جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ نے آپ کو شوال ۱۳۶۹ھ/۲۸ر جولائی ۱۹۵۰ء میں بسڈیلہ بھیجا تھا، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے آپ نے مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ کو نہیں چھوڑا۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ بسڈیلہ صرف ایک موضع تھا، ان دنوں وہاں آسانی سے پہنچنا بھی مشکل تھا، ناخواندہ اور غیر ترقی یافتہ ماحول میں کس صبر و تحمل اور دور اندیشی سے آپ نے ادارے کو پروان چڑھایا، یہ آپ کے حسنِ عمل اور بلند پایہ تدبر کی علامت ہے۔ واضح رہے کہ آپ ایک عظیم استاذ، پر شکوہ صوفی اور محدث ہیں۔ یہ آپ کی تدریسی کرامت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے علمی وجود کی برکت سے پورا علاقہ علم و تمدن کا گہوارہ بن گیا۔ ادارے میں دیگر علمائے کرام کی گراں قدر خدمات بھی قابلِ صد ستائش ہیں، مگر اس علمی اور عملی کارواں کے سالار تو آپ ہی ہیں۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ آپ کی ان اعلیٰ خدمات میں آپ کے اساتذہ اور مشائخ کی دعاؤں کا بھی گہرا اثر رہا ہے۔ ان میں آپ کے مخلص استاذ گرامی حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی دعائیں تو بے پناہ رہیں۔ زندگی بھر حافظِ ملت مدرسہ تدریس الاسلام میں بحیثیت ممتحن تشریف لے

جاتے رہے اور بھرپور اعتماد فرماتے رہے۔

حضرت علامہ اعجاز احمد ادروی جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ/۱۲/ نومبر ۱۹۲۶ء میں قصبہ ادری ضلع مئو (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ متوسط الحال زمین دار، دینی اور تعلیمی ماحول تھا۔ ایک بہن حافظۂ قرآن تھیں، آپ نے فارسی کی اعلیٰ تعلیم اور ابتدائی عربی کی چند کتابیں اپنے وطن میں پڑھیں۔ ۱۹۴۲ء میں آپ غازی پور کی درس گاہ چشمۂ رحمت میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمٰن بدایونی علیہ الرحمہ سے قدوری تک کی تعلیم حاصل کی۔ شوال ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء میں خاکِ ہند کی معروف درس گاہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا اور مستقل پانچ برس تک علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ ۱۰/ شعبان ۱۳۶۹ھ/ مئی ۱۹۵۰ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے فضیلت میں فراغت حاصل کی۔ آپ نے الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے عالم، فاضلِ دینیات اور فاضل ادب کی اسناد بھی حاصل کیں۔

آپ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت کے لیے اجمیر معلیٰ حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی بھی جلوہ افروز تھے۔ آپ ان کے دستِ اقدس پر ۱۹۵۸ء میں مرید ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں قطبِ مدینہ حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے آپ کو سندِ خلافت و اجازت سے سرفراز کیا۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں جلالۃ العلم حضرت حافظِ ملت، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری، حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، حضرت مفتی رضوان الرحمٰن بدایونی ہیں۔

آپ جس وقت مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ پہنچے وہ انتہائی پس ماندہ دور تھا، جہالت عام تھی اور غیر اسلامی رسوم کی فراوانی تھی، مدرسہ بھی انتہائی خستہ حال تھا۔ چھ ماہ سے مدرسہ مکمل تعطل کا شکار تھا اور موت و حیات کی کشمکش سے گزر رہا تھا، مجلسِ انتظامیہ کے باہمی نزاع سے شدید بحران طاری تھا کچھ لوگ مدرسہ کے معاون اور بعض مخالف تھے۔

ان حالات میں بھی آپ نے انتہائی صبر و تحمل اور کمال تدبر سے کام کا آغاز فرمایا۔ مقامی اور بیرونی طلبہ کی آمد بھی ہونے لگی۔

حضرت علامہ اعجاز احمد مصباحی گوناگوں اوصاف و کمالات کے حامل ہیں۔ درس نظامی کے مروجہ علوم و فنون پر مکمل دست رس رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے درسِ نظامی کی کوئی بھی کتاب آجائے، وہ مکمل اعتماد کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ طلبہ سے عبارت خوانی کراتے ہیں، غلطیوں پر سخت تنبیہ فرماتے ہیں، اس کے بعد پورے سبق کا خلاصہ اجمالی طور پر پیش کرتے ہیں اور پھر عبارت کا واضح ترجمہ کرتے ہیں، مغلق اور پیچیدہ مقامات کو آسان مثالوں سے واضح فرماتے ہیں۔ غیر متعلق باتوں سے سخت گریز کرتے ہوئے انتہائی متوازن الفاظ میں تفہیم فرماتے ہیں۔

ان ساری خصوصیات کے ساتھ آپ کا قلبی اور فکری رجحان تفسیر و حدیث اور تصوف کی طرف رہا ہے۔ آپ نے اپنے علاقے میں دعوتی اور تبلیغی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ آپ انتہائی متوازن اور پر مغز خطاب فرماتے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ان کا سایۂ کرم دراز فرمائے اور ان کا علمی اور عملی فیضان اسی طرح جاری و ساری رکھے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

بموقع عرس حافظِ ملت	از: عبد الحفیظ عفی عنہ
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ	(صدر تنظیم ابنائے اشرفیہ و سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
۲۲/ مارچ ۲۰۱۵ء	من جانب: تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اعزازی ممبران: صاحبِ سجادہ حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ مائک پر تشریف لائے اور بڑی محبت کے ساتھ اس موقع پر تعاون کرنے والے خصوصی معاونین کا ذکر خیر فرمایا۔ یہ رقوم بھی لاکھوں میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مخلص معاونین کو اپنی شان کریمی کے مطابق جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ امسال ۱۱۱۱/ روپے کے ممبران کی تعداد بھی ایک سو تک پہنچی۔ برسوں پہلے شعبۂ تعمیر و ترقی کی بنا ڈالی گئی تھی، اس کا نشانہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی اعزازی ممبر شپ گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے طے پائی تھی۔ ان معاونین میں برسوں سے پہلا نام خلیفۂ عزیز ملت حضرت مولانا قاری اسلام اللہ عزیزی، ممبئی کا رہتا ہے۔ آپ نے اپنے حلقۂ اثر سے ۵۵/ ممبران پیش کیے، حضرت عزیز ملت نے آپ کے حسن کارکردگی کی خوب تعریف کی اور ان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں فرمائیں۔ مجلسِ شوریٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نوجوان ممبر عالی جناب الحاج اسرار الحسن لال چوک نے

۱۷؍ اعزازی ممبران پیش کیے، حضرت عزیز ملت نے انھیں بھی خوب دعائیں دیں۔ جمشید پور کے مشہور مخلص عالی جناب الحاج محمد قاسم عزیزی نے ۹؍ ممبران پیش کیے اور بھیونڈی میں مقیم الحاج محمد عرفان بن الحاج محمد رمضان مرحوم پرانی بستی نے ۵؍ ممبران پیش کیے۔ حضرت نے ان دونوں کو بھی خوب دعائیں دیں۔ ان کے علاوہ مرادآباد، پاکبڑا، مبارک پور، دہلی، گورکھ پور کے متعدّد حضرات نے بھی ممبر سازی کے لیے نام پیش کیے۔ اس طرح ۱۰۰؍ ممبران کے نام سامنے آئے۔ حضرت عزیز ملت نے سامعین سے بھی گذارش کی کہ آپ حضرات عرس حافظ ملت میں شرکت فرماتے ہیں اس کے لیے آپ بے پناہ شکریے کے مستحق ہیں، مگر جس طرح ان چند حضرات نے اپنے احباب اور متعلقین سے کوشش کر کے جامعہ اشرفیہ کے لیے تعاون کیا اور کرایا ہے۔ آپ حضرات بھی پیش رفت کریں تو جامعہ اشرفیہ کی بہاروں میں مزید رونق بڑھ جائے گی۔

فارغین کی دستار بندی: حضرت صاحبِ سجادہ، ناظمِ تعلیمات، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور عزیزی، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ اور دیگر علماے کرام اور مشائخِ عظام نے فارغین کی دستار بندی کی رسم ادا فرمائی، تفصیل حسب ذیل ہے:

فارغین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء کی

فہرست

درجہ	تعداد
تحقیق فی الفقہ (Tahqiq Fil Fiqh)	5
تحقیق فی الحدیث (Tahqiq Fil Hadith)	9
تحقیق فی الادب (Tahqiq Fil Adab)	4
مشق افتا (Mashq-e-Ifta)	6
فضیلت (Fazilat)	198
حفظ (Hifz)	27
تربیت تدریس (Teacher Training)	4
مولوی و قاری روایت حفص (Molvi & Qari)	103
عالم (Alim)	169
کُل فارغین (Total)	525

حضرت صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے علما و مشائخ اور دیگر زائرین کا شکریہ ادا فرمایا اور فرمایا کہ عرس کمیٹی وسعت بھر قیام و طعام کی کوشش کرتی ہے، ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضرات نے طویل سفر کیے، مشقتیں برداشت کیں اور ہم آپ کے شایانِ شان کوئی معقول اہتمام نہیں کر سکے، اس لیے ہم اپنی کوتاہیوں کے لیے معذرت خواہ ہیں، مگر جس مقصد کے لیے آپ تشریف لائے وہ بارگاہِ حافظِ ملت میں حاضری کی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو شاد کام فرمائے۔

عرس حافظِ ملت میں شرکت فرمانے والے زائرین کی ایک طویل فہرست ہے، چند اہم نام ہماری معلومات کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

شہزادۂ امینِ ملت حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری برکاتی ولی عہد خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف، پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد قاسم میاں جائسی، حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی دہلی، حضرت مولانا محمد ادریس بستوی، حضرت مولانا معین الحق علیمی ممبئی، حضرت مولانا سید شمس الدین مصباحی ہبلی، حضرت مفتی ایاز احمد مصباحی پونے، حضرت مولانا محمد حنیف مصباحی بھوج پور، حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی الہ آبادی، حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی جامعہ ریاض الجنہ ٹورنٹو، کناڈا، حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی بریلی شریف، حضرت مولانا شاہ لیاقت رضا نوری اجین، حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد مصباحی، پیرِ طریقت حضرت مولانا راشد میاں، مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی جزیرۂ انڈمان۔ ☆☆☆

علمی تحقیق

لین دین میں وعدہ ومعاہدہ کی اہمیت

محمد آصف اقبال عطاری

"تم خالد سے پیمنٹ لے کر آئے یا نہیں؟" ہول سیلر نے اپنے ملازم سے پوچھا۔ "نہیں جناب! انہوں نے کل کا کہا ہے" ملازم نے سادہ سا جواب دیا۔ اس طرح کے ٹال مٹول پر مشتمل جملوں کا تبادلہ ہماری مارکیٹس اور بازاروں کا معمول ہے۔ ہر دن لین دین میں کتنے ہی وعدے، ارادے اور معاہدے ہوتے اور ٹوٹتے ہیں مگر کبھی اس معاملے پر گہرائی سے سوچا نہیں جاتا کہ ہمارے معاشرے پر اس وعدہ خلافی کے کتنے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب اس طرح کا ایک وعدہ ٹوٹتا ہے تو بعض اوقات اس کا خمیازہ کئی افراد کو بھگتنا پڑتا ہے، مثلاً کسی نے ہول سیلر سے مال لیا اور پیسے دو دن میں دینے کا وعدہ کیا مگر وقت مقررہ پر ادائیگی نہ کی۔ اس پر غور کیجئے کہ ہو سکتا ہے ہول سیلر نے اپنے بیٹے کی داخلہ فیس جمع کروانی ہو یا اپنی بیٹی کی سالگرہ پر کوئی تحفہ دینا ہو یا آگے کسی کو پیمنٹ کرنے کا وعدہ کر رکھا ہو یا ملازم کو تنخواہ دینی ہو اور غریب ملازم نے راشن والے سے "ماہانہ ادائیگی" کا وعدہ کر رکھا ہو۔ یوں پوری ایک لڑی بنی ہوتی ہے اور وعدہ توڑنے والا پہلا شخص اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے معاشرتی نظام کو تباہ کرنے میں حصہ دار بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہو سیلر بھی ایڈوانس رقم پر بکنگ کر کے وقت مقررہ پر ریٹیلر کو مال نہیں دیتے اور یہاں بھی مذکورہ خرابی جگہ بنا لیتی ہے۔ قرض کی ادائیگی کا وعدہ ہو یا آرڈر پر سامان تیار کرنے کا معاہدہ، ہمیں ہر جگہ وعدہ خلافی اور بدعہدی کی بھیانک اور مکروہ صورتیں دیکھنے کو ملیں گی۔ آپ عید سے چند دن پہلے کسی "ٹیلر" کی دکان پر چلے جائیں وہاں آپ کو گاہکوں سے کئے گئے وعدے ٹوٹتے صاف نظر آجائیں گے اور اس قابل مذمت فعل کے سبب نوبت بحث ومباحثہ سے تلخ کلامی حتی کہ ہاتھا پائی اور مارکٹائی تک جا پہنچتی ہے۔

یہ تو تھا افراد کی باہمی وعدہ خلافی کا معاملہ جس کا نقصان چند لوگوں تک محدود رہتا ہے اور اگر وعدہ خلافی ومعاہدہ شکنی ایک ملک کے چند اداروں کے مابین ہو تو اس کا خمیازہ بسا اوقات پوری قوم بھگتی ہے۔ جیسے بجلی کا ادارہ اگر تیل کے ادارے کو واجبات وقت مقررہ پر ادا نہ کرے تو لا محالہ قوم کو لوڈ شیڈنگ کا عذاب جھیلنا پڑے گا۔ یہی وہ "گردشی قرضے" ہوتے ہیں جو طول پکڑ جائیں تو کسی بھی ملک کا داخلی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ وعدوں کے ٹوٹنے کا یہ عمل نہ صرف معاشرے اور نظام زندگی میں خلل ڈالتا ہے بلکہ بہت ساری برائیوں اور گناہوں کو بھی جنم دیتا ہے، اس کی وجہ سے دلوں میں بغض وکینہ، نفرت وعداوت، شماتت وشقاوت، حسد وتکبر اور جذبہ انتقام وغیرہ ایسی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور چغل خوری، غیبت، تہمت، گالی گلوچ، طعن وتشنیع اور ظلم وتعدی جیسی شناعتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ اضطراب قلبی اور بے سکونی میں مبتلا ہو کر "نفسیاتی مریض" بن جاتا ہے۔

ویسے تو بروزِ قیامت ہر شے کے متعلق سوال ہونا ہے مگر "عہد" جس کی خلاف ورزی بے شمار خرابیوں کا باعث ہے اس کے متعلق خاص طور پر پوچھا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۴)

ترجمہ کنزالایمان: اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔" آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ اور بندوں، دونوں کے ساتھ کئے گئے عہد مراد ہیں۔ یہاں سے عہد و وعدہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک رخ انسان کی زبان ہے۔ یہاں "زبان" سے مراد "ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں" والی زبان نہیں بلکہ گوشت کے اس ٹکڑے سے کیا گیا "وعدہ" ہے۔ جیسے کہہ دیا کرتے ہیں "اب کچھ نہیں

ہو سکتا، ہم نے زبان دے رکھی ہے" اور "بھائی! زبان بھی کوئی شے ہوتی ہے" وغیرہ۔ یہی وہ زبان ہے جسے نبھانے والے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور پر سکون زندگی گزارتے ہیں اور اگر کوئی تاجر اس عادت کو اپنا لیتا ہے تو وہ نہ صرف عزت وشہرت کماتا ہے بلکہ دن بدن ترقی کے زینے طے کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے برعکس جو تاجر لین دین میں وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کا عادی ہو وہ اکثر عزت اور کاروبار دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات بھی اس سلسلے میں ہماری زبردست رہنما ہیں۔ آپ ﷺ نے جو خود ایک دیانت دار، سچے اور امین تاجر تھے، بعثت سے قبل اور مبعوث ہونے کے بعد دونوں ہی ادوار میں تجارتی لین دین میں وعدہ وفائی اور اپنی بات کی پاسداری کی زبردست مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ یہاں دونوں ادوار کی ایک ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن ابو حمساء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلانِ نبوت سے قبل میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا مگر اس وقت پوری رقم ادا نہ کر سکا تو میں نے وعدہ کیا کہ باقی رقم ابھی آکر ادا کرتا ہوں۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں آنے کا وعدہ کیا تھا تو آپ ﷺ کو اسی مقام پر اپنا منتظر پایا۔ میری اس وعدہ خلافی سے آپ ﷺ کے ماتھے پر ذرا بھی بل نہیں آیا، بس اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس جگہ تین دن سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابی داود، ج۴، ص۳۴۲، الحدیث:۴۸۳۶)

حدیث مبارکہ سے جہاں یہ واضح ہوا کہ ظہور نبوت سے قبل بھی حضور نبی کریم ﷺ بے مثل صداقت کے حامل تھے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صاحب نے اگرچہ بقایا رقم کی بروقت ادائیگی کا وعدہ بھلا دیا مگر ہادی دو جہاں ﷺ نے اسی مقام پر ملنے کا جو وعدہ فرمایا اسے ضرور پورا کیا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں ٹھہرنا محض اپنا مال لینے کے لئے نہ تھا بلکہ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے تھا، مال تو ان کے گھر جا کر بھی وصول کیا جا سکتا تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۴۹۱)

(۲) دوسری مثال یہود کے ایک بڑے عالم زید بن سعنہ کی ہے، انہوں نے تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ کی جو نشانیاں اور علامات پڑھ رکھی تھیں دو کے علاوہ تمام کا مشاہدہ ذاتِ رسالت میں کر چکے تھے اور وہ دو علامات جن میں سے ایک حضور کے حلم کا جہل پر غالب ہونا اور دوسری جہل کے برتاؤ کی زیادتی کے ساتھ ان کے حلم ووقار کا بڑھتے جانا تھیں۔ ان علامات کی پہچان اور امتحان کے لئے انہوں نے حضور نبی مکرم ﷺ سے کھجوروں کا سودا کیا، کھجوریں سپرد کرنے کی مدت میں ابھی ایک دو دن باقی تھے کہ انہوں نے بھرے مجمع میں آپ ﷺ کو دامن اور چادر کے ملنے کی جگہ سے پکڑ کر بڑے تلخ وترش لہجے میں کھجوریں ملک کرنے کا تقاضا کیا اور کہا: "تم سب عبد المطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ ہمیشہ لوگوں کا حق ادا کرنے میں تاخیر کر دیتے ہو اور ٹال مٹول تمھاری عادت بن چکی ہے۔" یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت غضب بھری اور تیز نظروں سے گھور کر اُس سے کہا: "اے دشمنِ خدا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ سے اس طرح بات کرتا ہے۔" حلیم وکریم نبی ﷺ نے اُن سے فرمایا: "اے عمر! ہم تم سے اِس سے زیادہ بہتر بات کے مستحق تھے کہ تم مجھے اچھی ادائیگی کا اور اسے اچھے تقاضے کا کہتے۔" پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ "اسے اِس کے حق کے برابر کھجوریں دے دو اور کچھ زیادہ بھی دے دو تاکہ یہ تمھارے اِسے سخت نظروں سے دیکھ کر خوفزدہ کرنے کا بدلہ ہو جائے۔" پس زید بن سعنہ نے اس حسنِ سلوک سے جب باقی دو علامات کو بھی دیکھ لیا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۱، ص۲۷۸)

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ لین دین میں وعدہ ومعاہدہ کی پاسداری رب کریم کا حکم، رسول کریم ﷺ کی سنت اور عقل سلیم کا تقاضا ہے اور ایک خوبصورت معاشرے کی تعمیر وترقی میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا ہر سمجھدار تاجر کو چاہیے کہ اِس محمود ومحبوب صفت سے متصف ہو کر ایک اچھا کاروباری بنے اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارے۔

☆☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

غیر مسلم قبولِ اسلام کے بعد کس برادری میں شامل ہوگا؟

اس مسئلہ پر علمائے دین اور مفتیان حضرات کیا فرماتے ہیں؟ ہندو بھٹ اگر مسلمان ہوجاتا ہے تو وہ مذہب اسلام میں داخل ہوگیا۔ وہ اپنا نام عبد الرحمٰن رکھتا ہے۔ اب وہ اپنی برادری بھٹ ہی لکھے گا یا پھر مسلم کی کسی برادری میں اپنے کو شامل کرے گا؟ نیز ایک ہندو بھٹ مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مسلم کی کس برادری میں شامل ہوگا؟

الجواب

ہندو بھٹ دولت اسلام سے مشرف ہوجائے تو بھی وہ اپنے اسلامی نام کے ساتھ "بھٹ" لکھ سکتا ہے، مثلاً "عبد الرحمٰن بھٹ" جیسے قریش، اوس، خزرج اور طے وغیرہ قبائل کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تو انھوں نے اپنی نسبت اپنے پہلے قبائل کی طرف باقی رکھی، اور حضور سیدِ عالم ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام اور تابعینِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی اس پر نکیر نہ فرمائی۔

اور اگر وہ چاہے تو اپنی نسبت اس شخص کی قوم سے کرے جس کے ہاتھ پر اس نے کلمہ پڑھا، اہلِ فارس کے لوگ قریش کے ہاتھ پر اسلام لائے تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی نسبت قریش کی طرف فرمادی، چناں چہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من أسلم من أهل فارس فهو قرشي."

(ابن النجار)

ہاں جو غیر مسلم سماج میں نیچی قوم سے شمار کیے جاتے ہوں، جیسے چمار، دھوبی وغیرہ۔ اگر وہ اسلام لائیں تو انھیں دوسری صورت پر عمل کرنا چاہیے۔ مثلاً انصاری یا خان کے ہاتھ پر اسلام لائیں تو وہ اپنے آپ کو انصاری یا خان لکھیں۔ فتاویٰ رضویہ میں اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اچھی گفتگو فرمائی ہے، ہم یہاں مزید وضاحت اور تائید کے لیے اس کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی ﷺ کے زمانے میں جس قوم وقبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اس قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کیے جاتے، ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں۔ ان میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی ہے، ولہٰذا انھیں راجپوت کہتے ہیں، تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کہ:

اذااتاکم کریم قوم فاکرموہ .

جب تمھارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندہ خدا بہ ہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا، ہم میں کا ہوگیا اس کا کس قدر اعزاز واکرام اللہ سبحانہٗ کو پسند ہوگا، اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں، بلکہ ہزار چاند لگادیے، اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمان کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المومنون اخوۃ .

اور فرماتا ہے:

فاخوانکم فی الدین.

پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیوں کر حقیر سمجھا جائے... ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ امام عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولا اس کے لیے ہے۔

فی ردالمحتار عن البدائع: عندعطاء ھو مولی للذی اسلم علی یدہ.

اور ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتۂ نسب کے۔ حدیث میں ہے:

الولاء لحمة كلحمة النسب. اخرجه الحاكم والبيهقى عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما.

جس کی ولا جس قوم کے لیے ہو وہ انھیں میں گنا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مولى القوم من انفسهم. رواه الشيخان عن انس رضى الله تعالىٰ عنه.

اس مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے:

من اسلم على يديه رجل فله ولاءه .

جس کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام لائے تو اس کا رشتۂ ولاء اسی سے قرار پائے۔

اخرجه الطبرانى فى الكبير عن ابن عباس والدارقطنى والبيهقى عن ابى امامة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى ﷺ .

عجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا بھی یہی ہو کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من اسلم من اهل فارس فهو قرشى.

اہل فارس سے جو اسلام لائے وہ قرشی ہے۔

رواه ابن النجارعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما.

کہ قریش نے فارس فتح کیا، اس کے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس مذہب کی بنا پر جو شخص جس کے ہاتھ مسلمان ہوگا بطور رشتہ ولاء اسی قوم میں گنے جانے کے قابل ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۴۵۶، ۴۵۷، رضا اکیڈمی، ممبئی)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

گورنمنٹ نے جن مسلمانوں کو زمین دی ان کے اتفاقِ رائے کے بغیر مسجد بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ: آج سے کئی سال پیش تر سرزمین ممبئی میں حکومت کی جانب سے مسلمانوں کو اپنی کالونی بنانے کے لیے زمین کا ایک حصہ ملا جس میں بچوں کے کھیل کود اور شادی وغیرہ کی تقریبات کے لیے ایک بڑا سا میدان بھی دیا گیا، جس کے کچھ حصے پر بہ اتفاق راے عبادت کے لیے کچھ مسجدیں بھی تعمیر کرلی گئیں، جو فی الحال وہاں کے باشندوں کے لیے کافی ہیں اور کسی نئی مسجد کی ضرورت نہیں، مگر کچھ لوگ ایک اور نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، جس کے لیے تمام لوگ راضی نہیں ہیں، کیوں کہ ایک تو اس کی ضرورت نہیں اور دوسرے اس کی وجہ سے میدان تنگ ہو جائے گا اور بچوں کے کھیل کود اور شادی وغیرہ کی تقریبات کے لیے لوگوں کو دقتوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا جب کہ حکومت کی طرف سے انھیں کاموں کے لیے اسے خالی چھوڑا گیا ہے۔

تو ایسی صورت میں کیا شرع کی طرف اس نئی مسجد کی تعمیر کی اجازت ہوگی؟ دلائل سے جواب مرحوم فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

کھیل کود یعنی جسمانی ورزش اور شادی بیاہ کی تقریبات کے لیے حکومت نے جو میدان مسلمانوں کو دیا ہے، اس میں کالونی کے سارے مسلمانوں کا حق ہے، اس لیے اغراض معروفہ و معہودہ کے سوا کسی بھی غرض مباح و مشروع میں اس میدان کا استعمال جملہ اصحابِ حقوق کی رضا و اجازت سے ہی ہو سکتا ہے، صورتِ مسئولہ میں جب سارے مسلمان راضی نہیں اور اس میدان میں مسجد بنانے سے میدان تنگ ہو جائے گا تو وہاں مسجد بنانے کی اجازت نہیں، جو لوگ بھی وہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں وہ اپنے ارادے سے باز آئیں اور مسلمانوں کی حق تلفی سے بچیں، حدیث شریف میں ہے:

"عن أبى امامة ان رسول الله ﷺ قام من اقتطع حق امرى مسلم بيمينه فقد أوجب الله له النار و حرّم عليه الجنة فقال له رجل و إن كان شيئاً يسيراً يا رسول الله قال و و إن قضيت من اراك." (صحيح مسلم شريف، ج:١، ص:٨٠، مجلس بركات، مبارك پور) والله تعالىٰ اعلم.

***

بھیونڈی میں
ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
جناب محمد عارف دانش رضوی صاحب
متّصل ڈاکٹر پرویز انصاری
اللہ والی مسجد کے پیچھے، زیتون پورہ
بھیونڈی، تھانے، مہاراشٹر

فکر امروز

کہاں ہیں اس فساد کی جڑیں؟

مولانا محمد اسحاق مصباحی

یہ فساد پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جس کو دہشت گردی، انتہا پسندی کہا جارہا ہے اس کی جڑیں ظالم سیاست، جہالت، منافقت، انسانیت دشمنی کا مزاج جیسی حقیقتوں میں پیوستہ ہیں اور دنیا ان سب کو چھوڑنے کو تیار نہیں، لہٰذا یہ فسادات، یہ تشدد، یہ انتہا پسندی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے.

لوگ اخبار پڑھتے، خبریں سنتے ہیں اور واقعات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ آج کل خود اعتمادی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے، جو رائے کسی نے قائم کرلی اب وہ پیچھے نہیں ہٹتا اور سمجھائے نہیں سمجھتا، کچھ لوگ اس بارے میں جنون اور مالیخولیا کی حد تک چلے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت تک کم ہی لوگوں کی نظر جاتی ہے۔ عوام اکثر پروپیگنڈوں سے مرعوب یا متاثر ہوجاتے ہیں اور بہت جلد وہ سابقہ غلطی دوہراتے جاتے ہیں۔ ان حالات میں کوئی ایسا واقعہ ہوجائے جو ان کے خیالوں کے موافق ہو جائے تو پھر تو مت پوچھیے شہ زوری اور منہ زوری۔

آج کل صفحۂ عالم پر کچھ خطرناک نقش ابھر رہے ہیں۔ روس پر یورپی یونین نے کچھ اقتصادی پابندیاں عائد کردی ہیں جس سے روس پریشان ہے اور اپنے خرچ سے بچا ہوا تیل سستے داموں بیچنے پر مجبور ہے، مگر وہ یوکرین جیسی ریاست سے ہٹنے کو تیار نہیں۔ یوکرین کے مغرب نواز باشندوں کی مدد کے لیے امریکہ اور یورپ تیار ہیں، مگر مغربی چین کا کاشغر کے مسلمان اور روس کی ریاست چیچنیا کے مسلمان آزادی مانگیں تو وہ دہشت گرد ہیں اور روس سے اس پر کوئی بات نہیں۔

دوسرا واقعہ عراق و شام میں داعش کا خروج و عروج اور پھر اس پر بیان بازیاں اور پھر اعلانِ جنگ، بغدادی خلیفہ کہلانے لگے، ان کی خلافت کے خلاف تمام دنیا کے مسلمانوں نے فتویٰ دے دیا، مسلم ممالک میں سے اکثر اس کے خلاف جنگ میں کود پڑے اور کودنا بھی چاہیے کہ آخر دہشت گردوں کے خلاف جنگ بڑے ثواب کا کام ہے اور یہی وہ کارِ خیر ہے جس میں مومن، غیر مومن سب بڑھ چڑھ کر حصہ ہی نہیں لیتے، بلکہ شور بھی مچاتے ہیں۔

تیسرا واقعہ پاکستان میں ہوا۔ ۱۶/ دسمبر کو طالبان آتنک وادیوں نے اسکولی بچوں کو بڑی تعداد میں گولیوں سے بھون کر شہید کردیا۔ خطرناک دہشت گردی تھی، دنیا بلک اٹھی اور بلکنا مچلنا ضروری تھا، کیوں کہ دہشت گردی کے خلاف ہم سب متحد ہیں۔

ادھر نائجیریا میں بوکو حرام نامی دہشت گرد گروپ ہے جس نے کئی ماہ پہلے لڑکیوں کو اغوا کیا اور پھر مالِ غنیمت سمجھ کر تقسیم کرلیا۔ ادھر ہندوستان میں آگرہ میں ۲۶/ سال پہلے اسلام میں داخل ہوئے چند بنگالی مسلمانوں کو ہندو بنادیا گیا، یا مشہور کردیا گیا۔ ان سب واقعات کا آسان جواب ہمارے پاس مل جاتا ہے۔ بوکو حرام، داعش، طالبان دہشت گرد ہیں اور واقعہ آگرہ میں ہندو تنظیم ملوث ہے، روس کو جمہوریت کا سبق پڑھنا چاہیے اور لوگوں کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔

مگر نہیں، صرف ایسا نہیں ہے جو دنیا نے سمجھ لیا ہے۔ ان لوگوں کی جڑیں اور ان واقعات کی تہ بہت عمیق ہے۔ دنیا واقعات سے سبق نہیں لیتی، اگر وہ سبق لے لے تو پھر کوئی فساد کیوں ہو۔

داعش کا سربراہ امریکی جیل میں تھا، وہ کیوں عراق آگیا۔ داعش کے لیے جنگ جو ترکی سرحد سے عراق میں داخل کرائے گئے اور پھر انھوں نے بہت جلد کافی حصہ پر قبضہ کرلیا۔ امریکن صدر کا بیان آیا کہ داعش سے نمٹنے میں تقریباً ۳۰/ سال لگیں گے۔

مبصرین کا خیال ہے کہ داعش کو شام کی بشار الاسد حکومت ہٹانے کے لیے بنایا گیا تھا پھر اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوگئے جو مظلوم تھے اور شیعہ کے خلاف تھے، گویا داعش کو تمام خطہ کی شیعہ حکومتوں اور شیعہ قوتوں کے خلاف کھڑا کیا گیا ہے۔ داعش کو حزب اللہ لبنان، شام

اور پھر آگے چل کر ایرانی حکومت اور عراقی شیعہ حکومت کو اس سے گرانا مقصود ہے۔ اس لیے داعش کو امریکہ اور یورپ اور اسرائیل ختم نہیں کریں گے۔ ہاں اگر انھوں نے ان ممالک کے پلان کے خلاف کیا تو ضرور مٹا دیا جائے گا۔

داعش میں شامل لوگوں کے ہول ناک کارناموں سے یہ بات تو طے ہے کہ ان میں اسلام کی طرز بالکل نہیں، بلکہ انتقام، جہالت و ابھارنے والی چیزیں ہیں۔

بوکو حرام کے بارے میں جیسی اطلاع ہے کہ وہ لوگ مغربی تعلیم کے سخت خلاف ہیں، یہاں دو چیزیں ہیں، مغربی علوم اور مغربی تہذیب۔ یورپ میں علمی ترقی سے خود کو دور رکھنا، اپنے وجود کو مٹانے کے مترادف، ہاں مغربی عریانیت اور تہذیب یقیناً بری چیز ہے، مگر بوکو حرام مغربی علوم کو بھی حاصل کرنے سے روکتی ہے، تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور ایسے لوگ شامل ہیں جو مسلمانوں کو بہت پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں اور انھیں جاہل رکھنا چاہتے ہیں۔

اس کے لیے ہمارے ایک مدبر صحافی کا خیال ہے کہ مسلم دنیا میں کوئی ایسی تنظیم ہے جو بہت خاموشی سے بچوں کا اغوا کرتی ہے اور پھر ان کو اس طرح کی تعلیم دیتی ہے جو سراسر اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ، یہ تنظیم حقیقت میں مسلمانوں کی نہیں ہے، بلکہ ان ملکوں اور قوموں کی ہے جو مسلمانوں کو قرطاسِ عالم سے مٹا دینا چاہتے ہیں، مگر یہ تنظیم ان کو تعلیم اسلام کے نام ہی پر دیتی ہوگی تاکہ یہ لوگ دین میں ایسے کام کریں کہ دنیا ان سے گھن کرے اور مسلمانوں کے خلاف کھڑی ہو جائے۔

اس صحافی کی بات کو یوں تقویت ملتی ہے کہ بیش تر دہشت گرد افراد کا پس منظر بہت ہی مبہم اور غیر مشہور ہوتا ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ لشکر طیبہ، جمعیۃ الدعوۃ تحریک طالبان پاکستان ...... بوکو حرام، داعش وغیرہ میں ان ہی کو داخل کرایا گیا جو ذہنی طور پر جاہل، گنوار اور مخصوص حالات میں تیار کیے گئے ہوں۔

بوکو حرام غلام بنانے کو جائز سمجھتی ہے، اور داعش بھی۔ یوں ہی قیدی عورتوں کو مالِ غنیمت سمجھا ہے، ظاہر ہے کہ اب دنیا میں معاہدوں کے اعتبار سے کوئی غلام نہیں بنایا جا سکتا تو عورتوں کو مال کے طور پر تقسیم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت اسلامیہ میں اب اس کا کوئی جواز نہیں، تو اس کام کو کوئی مسلم تو نہیں کر سکتا وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو اس کے لیے کوئی مخصوص تعلیم دی گئی ہو، کسی بھی اسلامی درس گاہ میں یہ تعلیم نہیں دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کوئی گروہ جو حقیقت میں مسلمان نہیں، ان کو تعلیم دیتا ہوگا۔

یوں بچوں، عورتوں کا قتل، مزارات کا ڈھا دینا، سلام و میلاد و فاتحہ کو روکنا، یہ کام کوئی مسلمان تو نہیں کر سکتا، البتہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو ذہنی طور پر اس کے لیے مخصوص تعلیم کے ذریعہ تیار کیا گیا ہے۔

عالمِ اسلام کے تنقیدی گروہوں کی جڑیں بہر حال اُن لوگوں سے جُڑی ہیں جو بہت منظم پلان سے مسلمانوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اگر ان گروہوں کی تاریخ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ کمیونسٹ نواز سیاسی بادشاہی نظام کی حامی قادیانی، وہابی وغیرہ قوتوں کی تاریخ سے پتہ چل جائے گا کہ ان کی سوچ کے سوتے ان ہی لوگوں سے ملتے ہیں جو مسلمانوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کہیں کسی نے ظلم کیا وہاں پر شدت پسندی موجود کر دی گئی اور پھر پریشان لوگ بھی ان شدت پسندوں سے مل جاتے ہیں۔ اکثر یہ شدت پسند گروپ عالمِ اسلام میں دعوی کرتے ہیں کہ وہاں کی حکومتیں اسلام پر عمل کرتی ہیں، لہٰذا شدت پسندی کی جڑیں صرف دہشت پسندی سے نہیں جڑی ہیں بلکہ بہت سے اسباب ہیں۔

(۱)۔ عام حکومتوں میں قابلِ اطمینان حد تک اسلامی نظام کو نافذ کرنا ضروری ہے۔

(۲) ظلم چاہے کسی شکل میں ہو اس کو روکنا ہوگا، بیش تر حکومتیں اپنے مخالفین کو ذہنی اور جسمانی تشدد کے ذریعہ مٹانا چاہتی ہیں، یہ عمل ختم کرنا ہوگا۔

(۳)۔ اسلام کے خلاف ایسی فکری یلغار روکنا ضروری ہے جس میں مسلمانوں کو غلط طریقے سے تعلیم دی جا رہی ہے اور اسلام کی شکل میں اسلام کے خلاف مواد پیش کیا جا رہا ہے۔

(۴)۔ دنیا کو اور اس کی سیاست کو منظم کرنے والوں کو یہ وہم ہر حال میں چھوڑنا ہوگا کہ مسلمانوں کو مٹا دیا جائے یا اسلام کو ختم کر دیا جائے۔

(۵)۔ اسلامی حکومتوں کے ذمہ داران اگر انصاف سے اقتدار منتقل کر دیں تو جو بادشاہ بھی ہیں، فوجی آمر بھی ہیں، یا مخصوص قبیلہ کے ہیں، اقتدار کو جنت سے لائی ہوئی میراث سمجھتے ہیں اور دوسرے ممالک اپنے مفاد کی حفاظت کی وجہ سے ان کے خلاف کچھ نہیں کرتے اور یہ طرز حکومت بے چینی پیدا کر رہی ہے۔

اپنی اس بے چینی کا اظہار جب عوام کرنا چاہتے ہیں تو ان کے

اسی جذبہ کو شدت پسند گروپ اپنے مذموم مقاصد کے لیے اچک لے جاتے ہیں۔ بہر حال عالمِ اسلام یا اسلامی معاشرہ میں جو فساد ہے اس کی ذمہ داری بنیادی طور پر وہاں کے ناجائز قابض اصحاب اقتدار پر بھی ہے، جیسے ان لوگوں پر بھی جو یہ ذہن بنا چکے ہیں کہ مسلمانوں کو جنگوں میں مصروف رکھ کر ختم کر دیا جائے، اس لیے وہ مسلمانوں کو خاموش طریقہ سے جہاد پر ابھار رہے ہیں، کبھی سنی کو شیعہ سے اور کبھی شیعہ کو سنی سے ختم کرا رہے ہیں، اس کو ختم کرانے میں وہ لوگ انسانیت کے خلاف شدید جرائم کا بھی ارتکاب کرتے ہیں، جیسے عراق میں اتحادی فوج نے اسکولوں پر بھی بمباری کر کے دسیوں ہزار بچوں کو ختم کر دیا تھا اور بعد میں اس کو غلطی قرار دیا تھا، ایسے بہت سے واقعات ہیں جو خصوصاً مسلم ممالک میں دنیا کرتی رہتی ہے۔

یہ تو عالم کے فساد کے تعلق سے تھا، باقی رہی دوسری دنیا تو اس کے خلاف صرف اسی حد تک کیا جاتا ہے کہ وہ امریکہ یا یورپ کے لیے اقتصادی یا فوجی خطرہ نہ بنیں۔ چین، روس، شمالی کوریا اور بھارت کو اس حد تک تو برداشت کیا جائے گا کہ اگر وہ اقتصادی یا فوجی خطرہ نہ ہوں، جب یہ ممالک یورپ کے لیے خطرہ ہوں گے تو ان کو بھی پہلے کی طرح کسی نہ کسی طریقہ سے یورپ، امریکہ اور اسرائیل کے پھندے میں پھانس دیں گے، پھر وہ جب ہی نکلیں گے جب وہ ان کی بات پر اقرار واعتراف کر لیں۔

اس وقت دنیا میں علم و حکمت تعلیم و تہذیب، سماجی علوم، سب کی اتنی کثرت ہے کہ ہر کوئی واقف نظر آتا ہے، نظریات کی بہتری اور علم کی ترقی کے باوجود جنگ، فساد، غربت، بے اطمینانی، تفریق، تذلیل، استحصال، مکر و فریب اپنی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں، لہٰذا یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ یہ تمام چیزیں انسانیت کو بچانے والی نہیں ہیں۔ اس کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی بنائی تعلیم ہی لازم اور نجات دہندہ ہے۔ اس فساد اور غیر معمولی قتل و قتال کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظاہر میں مسلمان بن کر بے فائدہ جنگیں لڑ رہے ہیں، حدیث پاک میں سرکارِ دو عالم رحمتِ عالم نبی مختار ﷺ نے بہت پہلے خبر دے دی تھی۔

مشکوٰۃ شریف، باب الفتن، فصل اول میں ہے:

عن أبي هريرة قال، قال رسول الله ﷺ: والذي نفسي بيده لا تذهب الدنيا حتى يأتي على الناس يوم لا يدري القاتل فيم قَتل ولا المقتول فيم قُتِل.

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن،. ص:۳۵۰، مجلس برکات، مبارک پور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ دنیا ختم ہونے سے قبل لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ قاتل کو خود اس کا علم نہیں ہوگا کہ کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو کہ کیوں مارا گیا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ثالث میں ہے:

عن علي قال قال رسول الله ﷺ يوشك أن ياتي على الناس زمان لا يبقى من الاسلام الا اسمه ولا يبقى من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة و هي خراب من الهدىٰ . علماءهم شرهم تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنة و فيهم تعود .

(مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص:۳۸، مجلس برکات، مبارک پور)

حضرت علی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے لیے ایسا زمانہ قریب ہے جس وقت اسلام کا صرف نام اور قرآن کی وہ تحریر باقی رہ جائے گی، ان کی مسجدیں بظاہر آباد مگر ہدایت سے ویران، ان کے علما پوری روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ شریر ہوں گے، فتنہ کی ابتدا اور انتہا انھیں علما سے ہوگی۔

حدیثِ پاک میں چند باتیں غور کرنے کی ہیں۔ مسجدوں میں کثرت مگر ہدایت نہیں ہوگی۔ علما فتنہ پھیلائیں گے اور تمام دنیا سے برے ہوں گے۔ کیا وہ لوگ جو جہاد کے نام پر غیر متعلق لوگوں کو قتل کر رہے ہیں اور مزارات و مساجد پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان کی نظر میں دنیا میں ہے کوئی ایسا شخص جو یا رسول اللہ کہتا ہو، درود پڑھتا ہو، فاتحہ پڑھتا ہو، مسلمان نہیں، پورے عالم اسلام میں اہلِ سنت کے خلاف فتوے اور قتل و قتال جاری کرنے والے یہ لوگ وہ ہیں جن کی حدیث پاک میں نشان دہی کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

تو یہ فساد پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جس کو دہشت گردی، انتہا پسندی کہا جا رہا ہے اس کی جڑیں ظالم سیاست، جہالت، منافقت، انسانیت دشمنی کا مزاج جیسی حقیقتوں میں پیوستہ ہیں اور دنیا ان سب کو چھوڑنے کو تیار نہیں، لہٰذا یہ فسادات، یہ تشدد، یہ انتہا پسندی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ ☆☆☆

التصوف بین الافراط والتفریط

ایک تحقیقی مطالعہ

(آخری قسط)

شیخ عمر عبداللہ کامل کے اس رجحان سے مکمل طور پر اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ ابن تیمیہ اپنی تمام تر علمی فضیلتوں کے باوجود نقد تصوف میں متعدّد مقامات پر تعصب کے شکار ہوئے ہیں اور بعض مقامات کے امور میں صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

تصوف قرن ثالث میں: قرن ثالث کے اجلہ صوفیہ میں حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد، حضرت سہل بن عبداللہ تستری، حضرت یحییٰ بن معاذ رازی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت بشر حافی، حضرت سری سقطی اور ابویزید بسطامی کے نام خاص طور سے شامل ہیں جو سلف کے طریقے پر گام زن اور شریعت وطریقت کے اصول پر مکمل طور پر عمل پیرا رہے، لیکن اسی عہد میں صوفیہ کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے تصوف کے اصول وقواعد کو فلسفہ اشراقیہ کے بعض نظریات کے ساتھ ضم کردیا، ان حضرات نے توکل کا یہ معنی بتایا کہ تمام ظاہری اسباب سے ہاتھ سمیٹ لیا جائے۔ حلول واتحاد کا نظریہ بھی اسی زمانے میں وجود میں آیا، اسی عہد میں تصوف میں اس باطل نظریے کو بھی شامل کیا گیا کہ سالک طریقت سے احکام شریعت ساقط ہوجاتے ہیں۔ اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا:

یطالب بالاوراد من کان غافلا
فکیف بقلب کل اوقاته ورد

ظاہر ہے یہ خیالات فاسد اور اصول شریعت سے متصادم اور تصوف کے نام پر گمراہی کو رواج دینا تھا، چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس گروہ کے نظریات کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: زنا اور سرقہ میں ملوث شخص ایسا گمان کرنے والے سے بہتر ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: کہ تصوف میں ہمارا مذہب کتاب وسنت کی قید سے مقید ہے، یعنی قرآن وسنت سے ہٹ کر تصوف کوئی چیز نہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ایسا گمان کرنے والے شخص کو قتل کرنا سو کافروں کو قتل کرنے سے افضل ہے، اس لیے کہ ایسے شخص کا ضرر سو کافروں کے ضرر سے بڑھ کر ہے۔

علامہ حجوی نے اپنی کتاب ”الفکر السامی“ میں فرمایا: کہ لوگ قرن ثالث میں فقہ سے پہلوتہی کرکے تصوف کی موشگافیوں میں پڑ گئے تھے کیوں کی یہ تصوف کا عنفوان شباب تھا اور عنفوان شباب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔[9]

تصوف قرن رابع میں: جیسا کہ گزشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ قرن ثالث میں تصوف میں عجیب وغریب بدعات کا وجود ہوا، ارباب تصوف دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ کتاب وسنت پر عمل پیرا تھا، دوسرے گروہ نے تصوف میں غیر شرعی نظریات کی آمیزش کرکے اہل اسلام کے لیے کش مکش کی صورت پیدا کردی تھی۔ قرن رابع میں اس گروہ نے اپنے نظریات کو مزید تقویت پہونچائی، انہوں نے اب اپنے ان غیر صالح نظریات کی توضیح وتشریح بھی شروع کردی تھی، اور ان کے لیے اصطلاحات وضع کیے گئے، گویا قرن رابع میں تصوف باضابطہ طور دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور دونوں گروہ کے نظریات کی اشاعت منظم طور سے شروع ہوئی۔ یہ دور تصوف کے حوالے سے اس جہت سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس دور میں تصوف کو مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوئی۔[10]

مشاہیر ائمہ تصوف: شیخ عمر عبداللہ الکامل نے ان مشاہیر ائمہ تصوف کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جنہوں نے تصوف کو باطل نظریات کی آمیزش سے محفوظ رکھنے کے لیے طویل جدوجہد کی یا تصوف کے اسلامی نظریات کی اشاعت کے لیے کتابیں تحریر کیں۔ ذیل کے سطور میں ہم چند اہم نام پیش کرتے ہیں:

• حضرت اویس قرنی • حضرت ابومسلم خراسانی (متوفی ۶۲ھ) • حضرت حسن بن یسار بصری (متوفی ۱۱۰ھ) • حضرت مالک بن دینار (متوفی ۱۳۰ھ) • حضرت رابعہ بنت اسمٰعیل عدویہ بصریہ (متوفی ۱۳۵ھ) • حضرت ابراہیم بن ادہم بن منصور (متوفی ۱۶۱ھ) • حضرت داؤد بن نصیر ابوسلیمان نصیر طائی کوفی (متوفی ۱۶۵ھ) • حضرت فضیل بن عیاض مسعود تیمی (متوفی ۱۸۷ھ) • معروف بن فیروز کرخی (متوفی ۲۰۰ یا ۲۰۱ھ) • ابوسلیمان درانی (متوفی ۲۰۵ھ) • حضرت بشر بن حارث بن بدر الرحمن

استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف
sajid.misbahi@gmail.com

الحافی (متوفی ۲۲۷ھ) • حارث بن اسد المحاسبی (متوفی ۲۴۳ھ) •ثوبان بن ابراہیم ابوالفیض ذوالنون المصری (متوفی ۲۴۵ھ) • ابوتراب نخشبی (متوفی ۲۴۵ھ) •ابو زکریا یحییٰ بن معاذ رازی (متوفی ۲۵۸ھ) •طیفور بن عیسیٰ ابویزید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ) •سہل بن عبداللہ تستری (متوفی ۲۸۳ھ) •شیخ طائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی (متوفی ۲۹۷ھ) •ابو محمد رویم بن احمد بغدادی (متوفی ۳۰۳ھ) • ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری (متوفی ۴۶۵ھ) • حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) •شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی (متوفی ۵۶۲ھ) • ابوحفص عمر بن محمد سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ) وغیرہ۔ ۱۱

تصوف کے ارکان:

شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ تصوف کے دو رکن ہیں :

(۱) ذکر (۲) مرشد کامل

ذکر کیا ہے؟: شیخ عمر عبداللہ کامل علامہ کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حقیقت ذکر یہ ہے کہ بندہ ماسوا اللہ کو بھول جائے یعنی اس کے فکر و خیال کا محور صرف اور صرف اللہ کی ذات اور صفات ہوں۔

ذکر کے فوائد: ذکر کے بڑے فوائد ہیں، شیخ ابن قیم نے ذکر کے سو سے زائد فوائد کا شمار کرایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذکر کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ ذکر کے وقت بندہ مراقبہ میں ہوتا ہے جو اسے مقام احسان تک پہنچاتا ہے وہ اپنے رب کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا وہ اپنے رب کا دیدار کر رہا ہو، ذکر سے غافل شخص مقام احسان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ فاضل مؤلف نے ذکر کی برکت اور فضلیت و اہمیت کی وضاحت کے لیے متعدّد علما کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔

شیخ عمر عبداللہ الکامل کہتے ہیں کہ مجالس علم جن میں قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر کے مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ بھی ذکر کی مجالس ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں علما کو اہل ذکر کہا ہے:

فَاسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

ترجمہ: علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (الانبیاء:۷) ۱۲

ذکر مشروع اور ذکر ممنوع: شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر لسانی سری ہو یا جہری، انفرادی ہو یا اجتماعی اگر اس کے شرائط و آداب کا لحاظ کیا جائے تو اس کے برکات اور اثرات ظاہر ہوتے ہیں، بعض متصوفین ذکر کے آداب کا خیال نہیں رکھتے جس سے نہ صرف یہ کہ ذکر کے فوائد واثرات حاصل نہیں ہو پاتے بلکہ بعض اوقات ذکر مشروع ذکر ممنوع میں تبدیل ہو جاتا ہے، ذکر میں سُر ملانا، گویوں کی طرح مصنوعی آواز نکالنا، بچوں اور پاگلوں کی طرح رقص کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں اور ان سے فطرت سلیمہ بھی نفرت کرتی ہے۔ شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ اگر واقعی ذاکر کا قلب خوف الٰہی سے لرزہ براندام ہے تو اس کا اثر اس کے اعضائے جوارح سے بھی ہونا چاہیے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بعض متصوفین حلقہ ذکر میں اسم جلالت (اللہ اللہ) کی تکرار کرتے ہیں، ابتدائے ذکر میں اسم جلالت سمجھ میں آتا ہے پھر اس میں اس طرح سرعت اختیار کرتے ہیں کہ کلمہ اللہ کے الفاظ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور ایسی مبہم آواز ظاہر ہوتی ہے جس سے کچھ سمجھا نہیں جا سکتا، ایسا ذکر ممنوع ہے۔ ۱۳

تصوف کا دوسرا اہم رکن شیخ مرشد ہے۔ شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ جس طرح انسان صرف کتب طب کے ذاتی مطالعہ سے طبیب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے حکیم حاذق کی نگرانی میں مشق و ممارست کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرشد کامل کی صحبت کے بغیر وصول الی اللہ ممکن نہیں۔

مرشد کامل کون ہے؟: شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ مرشد کامل وہ ہے جو عالم باعمل اور ایسا صاحب حال ہو کہ اپنے مرید کی طرف نظر ڈالے تو اسے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کر دے۔ شیخ عمر عبداللہ کامل نے مرشد کامل کے شرائط کو ذکر کرتے ہوئے حضرت امام غزالی کے حوالے سے کہا ہے کہ آج کے زمانے میں مرشد کامل نادر و نایاب ہیں، کیوں کہ مرشد کامل کے شرائط کم ہی افراد میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت امام غزالی نے آج سے تقریباً ایک ہزار برس قبل مرشد کامل کے نادر نایاب ہونے کا قول کیا تھا۔ امام غزالی کے اس فرمان کی روشنی میں آج مرشد کامل کی تلاش کس قدر دشوار ہے محتاج بیان نہیں۔ ۱۴

کرامت اور ولایت:

شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ اہل سنت کے اصول کے مطابق خرق عادات کا ظہور اولیائے کرام کے لیے ثابت ہے۔ صحابہ کرام اور صالحین امت سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ صوفیہ کرامت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

الف: کرامت حسیہ: یعنی امور مادیہ میں خرق عادات کا ظہور

ب: کرامت معنویہ: یعنی وہ اوصاف جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص

بندوں کوعطافرماتا ہے مثلاظاہر وباطن میں آداب شریعت کی رعایت، معبود حقیقی کے ذکر وفکر میں استغراق اور اعلیٰ اخلاق کاالتزام وغیرہ۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ کرامت معنوی کرامت حسی سے افضل و اعلیٰ ہے کیوں کہ کرامت حسی میں بسااوقات مکرواستدراج کا شمول ہوجاتا ہے، لیکن کرامت معنوی اس احتمال سے پاک ہے۔ مثلا مجمع عام میں بعض مدعیان تصوف سے ایسے افعال کا صدور ہوتا ہے جو عقل وشرع دونوں کے خلاف ہے۔ مثلا شیشے کو کھاجانا، اژدہے کونگل جانا، آگ کو چھولینا، آہنی گرزوں کو اپنے جسم میں داخل کرلینا وغیرہ۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ یہ مکروفریب کے سوا کچھ نہیں، کرامت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ شیطانی چیزیں ہیں ، اولیاے کاملین اور صوفیاے طریقت اپنی کرامت چھپاتے ہیں، مجمع عام میں اس کی نمائش نہیں کرتے، ان سے کرامتوں کاظہور ضرورت کے وقت ہی ہوتا ہے۔۱۵؎

ولایت اور اولیا سے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ:

شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں عام طور پر شیخ ابن تیمیہ کو صوفیہ کا دشمن اور ان کے نظریات اور معتقدات کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ ابن تیمیہ تصوف خالص سے بیزار نہیں اور نہ صوفیہ مخلصین کے نظریات ومعمولات کے وہ مطلقا منکر ہیں، بلکہ انہیں شکایت ان متصوفین سے ہے جنہوں نے تصوف کے نام پر کتاب وسنت کے اصول وآداب کو پامال کیا، حق وباطل کو خلط ملط کرکے عوام مسلمین پر صحیح اور غلط کو اس طرح مشتبہ کردیا کہ ان کے لیے امتیاز مشکل ہو گیا۔ ایسے صوفیہ کے غیر شرعی نظریات پر ابن تیمیہ کے نقد ونظر کو صوفیہ کی مخالفت قرار دینا یقینا ناانصافی ہے۔

ولی کون ہے؟: شیخ ابن تیمیہ کے مطابق ولی، اللہ کے وہ مخلص ترین اور تقویٰ شعار بندے ہیں جو اللہ تعالی کی رضا کے لیے اطاعات میں لگے ہوں۔ ولی کے لیے صغائر وکبائر سے معصوم ہونا شرط نہیں۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ ولی اور ولایت کی حقیقت کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن صوفیہ کے یہاں جو اغواث او تاد اور اقطاب کا تذکرہ ملتا ہے اس سلسلے میں ان کی راے کچھ مختلف ہے وہ کہتے ہیں:

”یہ اسما جو بہت سے ناسکین اور عام لوگوں کی زبان پر رائج ہیں مثلا غوث، او تاد اربعہ، اقطاب سبعہ، چالیس ابدال، تین سو نجبا۔ یہ سب نام قرآن میں موجود ہیں اور نہ نبی کریم ﷺ سے صحیح نہ ضعیف اسناد سے منقول ہیں اور نہ اسلاف کے کلام میں موجود ہیں نہ اس ترتیب سے ان معانی میں امت کے مقبول عام مشائخ سے منقول ہیں یہ اسما صرف بعض متوسط درجہ کے مشائخ سے منقول ہیں۔ اس طرح کے دینی علوم میں حق وباطل کا التباس بہت ہے۔“ ۱۶؎

شیخ ابن تیمیہ کے نظریے کا حاصل یہ ہے کہ اس قسم کا علم نہ تو مطلقا باطل ہے نہ بالکلیہ حق بلکہ ان امور میں حق وباطل خلط وملط ہو گیا ہے، یعنی شیخ ابن تیمیہ غوث وقطب کے مطلقا منکر نہیں بلکہ ان کا اختلاف مذکورہ تعداد وترتیب میں ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک اس تعداد وترتیب پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل موجود نہیں۔

کشف والہام میں صوفیہ کا افراط وتفریط:

کشف والہام کے تعلق سے بھی صوفیہ نظریاتی افراط وتفریط کے شکار ہوئے، اور اس میدان میں بحث ومباحثہ کا بازار گرم ہوا، انکار و اثبات میں بعض صوفیہ نے یہاں بھی اعتدال کی حدیں پار کردیں ، لیکن اہل حق صوفیہ کی جماعت نے کتاب وسنت کے اصول وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے آپ کو محتاط دائرے میں رکھا۔

کیا الہام شرعی احکام میں حجت ہے؟: شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں صوفیہ کے تین گروہ ہیں:

الف: پہلا گروہ الہام کی حجیت کا منکر ہے۔

ب: دوسرا گروہ الہام کی حجیت کا قائل ہے

ج: تیسرا گروہ متوسطین کا ہے یعنی نہ تو وہ مطلقا الہام کی حجیت کے قائل ہیں اور نہ عدم حجیت کے۔

شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ اہل سنت کے معتقدات کے مطابق الہام حجت شرعی نہیں ہے، اعتقادواعمال اور علم ومعرفت کے باب میں اس کی حجیت تسلیم نہیں کی گئی ہے۔ علامہ نسفی نے شرح عقائد نسفی میں فرمایا:

” والالهام ليس من اسباب المعرفة لصحة الشئى عند اهل الحق“.

لیکن صوفیہ کا ایک گروہ نہ صرف یہ کہ الہام کی حجیت کا قائل ہے بلکہ شرعی مسائل میں الہام کو نصوص پر ترجیح دیتا ہے، ظاہر ہے صوفیہ کا یہ گروہ کتاب وسنت سے منحرف اور خودساختہ نظریات کا حامل ہے۔۱۷؎

الہام کے تعلق سے شیخ ابن تیمیہ کا موقف: شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کے تعلق سے عام گمان یہ ہے کہ وہ الہام کی حقانیت کے منکر ہیں حالاں کہ یہ بات بے بنیاد ہے، ابن تیمیہ جیسے عالم و

عارف سے ایسی بات کی امید بعید از قیاس ہے۔ اس مسئلے میں ابن تیمیہ کا موقف سمجھنے کے لیے مجموعہ فتاویٰ ورسائل کی درج ذیل عبارت کافی ہے:

"خشیت الٰہی سے معمور دل جب اپنی رائے سے کسی چیز کو راجح قرار دے تو وہ ترجیح شرعی ہے۔ جب ان کے دل میں یہ بات آئے کہ یہ معاملہ یا یہ کلام اللہ ورسول کی رضا کا سبب ہے تو یہ دلیل شرعی ہے، جن لوگوں نے الہام کو حقائق کی معرفت کا طریقہ ماننے سے مطلقاً انکار کیا وہ خطا پر ہیں، بندہ جب اللہ کی طاعت وتقویٰ پر اعتماد کرے تو اس کی ترجیح بہت سے کمزور قیاس، ضعیف احادیث اور کمزور استصحاب سے قوی ہے"۔ ١٨

شیخ عمر عبد اللہ کامل نے علماے ربانیین اور بعض متصوفین کے مابین الہام اور کشف کی حجیت کے تعلق نزاع کے مضمرات کو درج ذیل پانچ نکات میں سمیٹا ہے۔

١۔ بعض صوفیہ کا نظریہ ہے کہ کشف والہام ایسی دلیل شرعی ہے جس سے حلال وحرام اور وجوب واستحباب کا حکم اخذ کیا جاسکتا ہے (بلکہ یہ گروہ بسا اوقات اپنے الہام کو نصوص پر مقدم قرار دیتا ہے۔)

٢۔ یہ گروہ در حقیقت اپنے کشف والہام کی عصمت کا قائل ہے، ائمہ مجتہدین کی رائے میں تو خطا وصواب کا احتمال رہتا ہے لیکن اس گروہ کا کشف اس احتمال سے پاک ہے۔

٣۔ صوفیہ کا یہ گروہ علم شرعی یعنی قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر وغیرہ کو حقیر سمجھتا ہے، بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان علوم کے تحصیل کی کوئی ضرورت نہیں، احکام بلاواسطہ رب تعالیٰ کی جانب سے مکشوف ہوں گے۔

٤۔ اس گروہ نے شریعت اور حقیقت کے مابین تفریق کے نظریہ کو رواج دیا، ان کے نزدیک شریعت کا علم نصوص سے حاصل ہوتا ہے جب کہ علم حقیقت کشف سے حاصل ہوتا ہے۔ علم شریعت عوام کا حصہ ہے اور علم طریقت خواص کا۔

٥۔ یہ گروہ کشف ہی کو اپنے مجاہدات اور عبادات کا مقصد اصلی سمجھتا ہے۔ ١٩

کشف والہام کے تعلق سے بعض صوفیہ کے مذکورہ نظریات کتاب وسنت اور مسلک اسلاف سے انحراف کی واضح مثال ہے۔

مطالعہ تصوف کے چند اصول:

کسی نظریے کی صحیح تفہیم کے لیے وسیع فکر اور گہرے مطالعہ کے ساتھ اصول وحقائق کی رعایت بھی ضروری ہے۔ غیر اصولی مطالعہ یا حقائق سے چشم پوشی صحیح نتائج تک رسائی سے مانع ہوسکتا ہے۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ مطالعہ تصوف میں بعض ناقدین ومحققین نے صحیح اصول ومنہج کا لحاظ نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکے اور تصوف کے تعلق سے انہوں نے منفی نظریہ قائم کر لیا۔ ذیل کے سطور میں بعض ان حقائق کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا لحاظ مطالعہ تصوف کے وقت ضروری ہوتا ہے۔

١۔ تصوف انسان کی روحانی ضرورت ہے!

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان اپنی تمام تر مادی ضروریات کی تکمیل کے باوجود اپنے اندر ایک بے چینی اور اضطراب محسوس کرتا ہے۔ مغربی معاشرے میں زندگی گزارنے والے افراد کے احساسات کے مطالعے کے بعد اس حقیقت پر یقین اور بڑھ جاتا ہے۔ اس اضطراب وبے چینی کی تعبیر ہم روحانی تشنگی سے بھی کرسکتے ہیں۔ اس تشنگی کی سیرابی کا واحد ذریعہ تصوف ہے۔ اب یہاں اس بات پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کہ جو تصوف انسان کی روحانی ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس کا ماخذ کتاب وسنت ہی ہے۔ کیوں کہ قرآن کریم میں روحانی اور وجدانی تربیت، زہد واستغنا اور تزکیہ نفس کے مضامین شامل ہیں۔ اس حقیقت کا لحاظ کیے بغیر تصوف کا مطالعہ غلط نتیجے تک پہنچا سکتا ہے۔ ٢٠

٢۔ صوفیہ کا مقصود شخصیت کی تعمیر ہے:

صوفیہ نے تعمیر شخصیت کے لیے تین اہم امور پر خاص توجہ دی۔

(الف) اخلاقی تربیت۔ (ب) شرعی، عقلی اور روحانی علوم کی تحصیل کا اہتمام۔ (ج) حرکت وعمل اور کسب واخذ کی تلقین۔

شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ تصوف کا منبع اور ماخذ اسلام ہے اس لیے اہل تصوف اخلاق کو دین کا اساس قرار دیتے ہیں۔ شیخ ابن قیم نے اہل تصوف کے اس نظریے کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

" الدين كله خلق فمن زاد عليك فى الخلق فقد زاد عليك فى الدين وكذالتصوف ، قال الكتانى: التصوف هوالخلق فمن زاد عليك فى الخلق فقد زاد عليك فى التصوف اه"

ترجمہ: دین اخلاق کا نام ہے، تم میں جو اخلاق میں برتر ہو وہ دین میں برتر ہے، یہی حال تصوف کا ہے، کتانی نے کہا ہے کہ تصوف نام ہے اخلاق کا تم میں جو اخلاق میں بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بڑھ کر ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ علم شریعت تربیت روحانی کا ذریعہ ہے، بغیر علم

شریعت کے روحانیت کا حصول ممکن نہیں۔شیخ کلاباذی نے کہا ہے:

" اعلم ان علوم الصوفیه علم الاحوال، والاحوال مواریث الاعمال، ولا یرث الحال الا من صحیح الاعمال، واول تصحیح لاعمال معرفة علومها وهی علم الاحکام الشرعیه اھ"

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ صوفیہ کے علوم،علوم احوال ہیں،اور احوال اعمال کا نتیجہ ہیں،احوال صحت اعمال ہی سے ہوتے ہیں،تصحیح اعمال اعمال کے علوم کی معرفت سے ہوگی،وہ شریعت کے احکام کا علم ہے۔

اہل حق صوفیہ حرکت وعمل اور کسب واخذ کے بھی مخالف نہیں بلکہ متقدمین صوفیہ کسب واخذ پر حریص تھے جیسا کہ ابراہیم بن ادہم نے اپنے متبعین سے کہا:

"علیك بعمل الابطال، الکسب من الحلال والنفقه علی العیال اھ"

ترجمہ: اپنے اوپر زاہدوں اور مجاہدوں کے اعمال، کسب حلال اور نفقہ عیال لازم کرلو۔۲۱

مذکورہ تینوں حقائق کو پیش نظر رکھ کر تصوف کا مطالعہ کرنے والا ناقد کبھی بھی عام صوفیہ پر تشدد، جہالت اور تعطل کا الزام نہیں لگا سکتا۔

۳۔تصوف اسلامی کے تاریخی ادوار:

مطالعہ تصوف کے وقت ذہن میں تصوف کے تاریخی ادوار اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں تصوف کے اثرات کا ایک خاکہ ہونا ضروری ہے۔تعلیم وتعلم،اصلاح زندگی اور اسلام کی نشر واشاعت میں تصوف کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں :

"ان هذه المحالات التی تبرز الدور التاریخی للتصوف الاسلامی ان نقرأ التصوف وهی فی عیننا والقرأة فی ضوء هذه الحقیقة تبعد الدارس من الوقوع فی خطاء الظن بأن التصوف الاسلامی کان علیٰ هامش الحیاة الاسلامی"

ترجمہ: تصوف کے تاریخی ادوار کو مدنظر رکھ کر تصوف کا محقق اس بدگمانی کا شکار نہیں ہو سکتا کہ عہد ماضی میں تصوف اسلامی زندگی (کا اہم حصہ نہیں بلکہ) کے حاشیے پر رہا۔۲۲

۴۔علما و مصلحین پر تصوف کے اثرات:

بعض ناقدین کی رائے یہ ہے کہ تصوف کا اثر عوام ہی تک محدود رہا علما کسی زمانے میں تصوف سے متاثر نہیں ہوئے،حالاں کہ تاریخی حقائق اس بات پر شاہد ہیں کہ مختلف ادوار میں اجلہ علما نے تصوف کی تعلیم دی اور اس کے اصول وآداب پر خود بھی عمل پیرا ہوئے۔شیخ عمر عبداللہ کامل نے اپنی اس تالیف میں ان علماے صوفیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے صوفیانہ افکار ونظریات پر بھی بحث کی ہے۔مطالعہ تصوف کے وقت تصوف کے ہمہ گیر اثرات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔۲۳

مطالعہ تصوف کے چند بنیادی اصول:

شیخ عمر عبد اللہ کامل نے مذکورہ حقائق کو ذکر کرنے کے بعد مطالعہ تصوف کے چند اصول بھی بتائے ہیں،جن کی رعایت کے بغیر تصوف پر نقد ونظر کے صحیح نتائج برآمد نہیں ہوسکتے۔

۱-فکری استقلال اور غیر جانب داری-۲- اقوال صوفیہ اور روایات مورخین کے درمیان فرق-۳-اصطلاحات تصوف کی تحدید-۴-طبیعت تصوف کی رعایت-۵-صوفیہ پر نفاذ حکم میں ان کے احوال کی رعایت-۶-صوفیانہ افکار کی صحیح تفہیم اور بعض صوفیہ کی لغزشوں پر تنبیہ

شیخ عمر عبد اللہ کامل نے مطالعہ تصوف کے ان سات بنیادی اصول پر فاضلانہ گفتگو کی ہے اور مثالوں کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ ان اصولوں کی رعایت کیے بغیر تصوف کا مطالعہ بہت سارے شبہات پیدا کر سکتا ہے۔۲۴

صوفیہ اور سلفیہ کے مابین اجتہادی امور:

صوفیہ کے بعض معمولات جن کی حلت وحرمت کے متعلق شریعت میں کوئی صراحت نہیں،شیخ عمر عبداللہ کامل نے ڈاکٹر محمد سعید بوطی کی کتاب " السلفیه رحلة زمنیه "کے حوالے سے ان کو امور اجتہادیہ سے تعبیر کیا ہے،یہ وہ معمولات ہیں جن کے تعلق سے صوفیہ کے نظریات سلفیوں کے نظریات سے متصادم ہیں۔مؤلف نے ایسے متعدد امور پر تفصیلی بحث کی ہے،ہم یہاں چند مثالیں اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

حلقہ ذکر: سلفیہ متعین اوقات میں مخصوص طریقے پر تداعی کے ساتھ حلقہ ذکر کے اہتمام کے منکر ہیں اور اسے بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں،ان کا کہنا ہے کہ اس مخصوص طریقے پر حلقہ ذکر کے اہتمام کا رواج سلف کے زمانے میں نہیں تھا اور نہ ہی کتاب وسنت میں اس کے جواز پر کوئی دلیل موجود ہے،لہٰذا اس طرح کی مجالس ذکر کا اہتمام گمراہی ہے۔

صوفیہ ان مجالس ذکر کی اباحت پر اللہ تعالیٰ کے فرمان:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ
(آل عمران:۱۹۱)

(ترجمہ: اور جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے) کے عموم سے استدلال کرتے ہیں۔اس کے علاوہ آیت مبارکہ:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ.(الکہف:۲۸)

ترجمہ: ”اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔“بھی ان کا مستدل ہے۔

صوفیہ مزید کہتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں باجماعت نماز کو تنہا نماز ادا کرنے سے ۲۷/ درجہ افضل قرار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے افضل ہے۔

ذکر اسم مفرد: اپنے کو سلفی کہلانے والے افراد اسم مفرد کے ذریعہ ذکر یعنی بغیر حکم یا صفت کے صرف اسم جلالت اللہ اللہ کا ورد کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ذکر مفرد کی حرمت پر ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن و سنت میں ذکر کے جو صیغے استعمال کیے گئے ہیں وہ یا تو جملے ہیں یا ایسے کلمات ہیں جو حکم کامل کو متضمن ہیں۔ مثلا لاالہ الااللہ، استغفراللہ، سبحان اللہ وغیرہ، قرآن و سنت میں اسم جلالت تنہا کہیں مذکور نہیں۔لہذا ذکر کا یہ طریقہ بدعت اور باطل ہے۔

ذکر مفرد کی اباحت پر صوفیہ قرآن وحدیث دونوں سے دلائل پیش کرتے ہیں۔قرآن پاک میں فرمایا گیا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾(المزمل:۸)

دوسرے مقام پر فرمایا گیا: قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ.(الانعام:۹۱)

ترجمہ: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ (الکہف:۱۱۰)

ترجمہ: تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

ان تمام آیات سے ذکر مفرد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت بلال بن رباح کے پاس سے ہوا، اس وقت حضرت بلال کو کفار قبول اسلام کی وجہ سے سزا دے رہے تھے، اور آپ بار بار احد احد فرما رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کے ان جملوں کو سنا اور انکار نہیں فرمایا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر مفرد باسم اللہ درست ہے اس لیے کہ احد بھی اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ہے۔۲۵؎

اسلامی عقائد سے متصادم بعض صوفیہ کے نظریات:

شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ بعض صوفیہ سے کچھ ایسے اقوال منقول ہیں جو اسلامی عقائد سے صریح متصادم اور کتاب و سنت کے قطعی خلاف ہیں۔ ایسے اقوال کو صحیح ماننا گویا دین کی عمارت کو ڈھانا ہے۔ مولف نے ایسے ۹/ اقوال نقل کیے ہیں اور ان کی تردید کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں کرکے اہل سنت کے موقف کی پُرزور تائید بھی کی ہے۔ وہ اقوال حسب ذیل ہیں۔

۱-قیامت کے دن ابلیس کی نجات ہوگی -۲-عنداللہ مطیع وعاصی برابر ہیں -۳-اہل جہنم ،جہنم سے محظوظ ہوں گے -۴-کفار جہنم سے نکالے جائیں گے یعنی ان کے لیے خلود فی النار نہیں ہوگا-۵-فرعون کی نجات ہوگی-۶-وحدۃ الوجود کا معنی یہ ہے کہ کائنات، حیوانات اور جمادات کا مجموعہ الٰہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے روح ہے -۷-شطحیات اور طامات کا صدور -۸-بعض حالات میں شرعی تکالیف کا سقوط ہوسکتا ہے -۹-حقیقت اور شریعت کے درمیان تفریق

بعض متصوفین کے یہ وہ نظریات ہیں جو کتاب و سنت کے صریح نصوص کے خلاف ہیں۔ان نظریات کی تردید پر مبنی مولف کی فاضلانہ بحث کے لیے کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔۲۷؎

بعض مدعیان تصوف کے لیے تنبیہات: شیخ عمر عبداللہ کامل کہتے ہیں کہ مدعیان تصوف کا ایک گروہ بعض ایسی بدعات و منکرات میں ملوث ہیں جن کی وجہ سے پوری جماعت صوفیہ کو بدنام کیا جاتا ہے، حالاں کہ صوفیہ صادقین کا ان منکرات سے کوئی تعلق نہیں وہ اپنے متبعین کو ان سے بچنے کی تاکید بھی کرتے ہیں۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل نے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں بعض صوفیہ کے درمیان مروج چند اہم بدعات کا تذکرہ کیا ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی قباحتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ دکھاوا: ایک عام بیماری ہے۔ مریدین و متوسلین میں اپنی قدر وقیمت میں اضافے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں، رعب ظاہر کرنے کے لیے لوگوں کا ہجوم اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے، دروازے پر ایسے دربان بٹھائے جاتے ہیں جو ملاقاتیوں کو شیخ سے ملاقات اور گفتگو کے آداب بتاتے ہیں۔ان شیوخ سے ملاقات کا وقت متعین ہوتا ہے، جس کے بعد ملاقات کی دوسری صورت نہیں نکل سکتی۔

شیخ عمر عبد اللہ کامل کہتے ہیں کہ کیا نبی کریم ﷺ، خلفاے راشدین اور اور دیگر اسلاف امت کی سیرت میں بھی ان چیزوں کے نمو نے ملتے ہیں؟ ہمارے اسلاف میں بعض نے تو اس حد تک انکساری کی ہے کہ مریدین کے درمیان ان کو پہچاننا مشکل ہوتا تھا، وہ کسی امتیاز و تشخص کو پسند نہیں کرتے تھے، انھوں نے اپنے دروازوں پر کبھی دربان نہیں بٹھایا، اور نہ ملاقاتیوں میں امیر وغریب کا کوئی امتیاز روا رکھا۔

بعض شیوخ ایسے بھی ہیں جو اپنے کشف وکرامات کا اعلان کرتے ہیں بلکہ ان کی تشہیر کے لیے کچھ افراد منتخب ہوتے ہیں۔ بسا اوقات اپنی جھوٹی ولایت کے اظہار کے لیے بعض حاجت مند بھی منتخب کر لیے جاتے ہیں جو لوگوں میں شیخ کی کرامت سے امراض سے صحت یابی اور دیگر فوائد کا قصہ بیان کر کے انہیں شیخ کی جانب راغب کرتے ہیں۔ یہ سارا اہتمام صرف حصول دنیا کے لیے ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ

۲۔ صوفیہ محافل اور اعراس کا اہتمام کرتے ہیں، اس کے استحباب اور برکات سے انکار نہیں، لیکن ان میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط، مزارات کے آرائش وزیبائش کے نام پر لاکھوں کا ضیاع بہر حال درست نہیں۔ امت کے فقراء اور یتامیٰ نان شبینہ کو ترسیں اور صوفیہ اعراس کے قمقموں پر لاکھوں ضائع کریں یہ کبھی بھی اہل حق کا طرز عمل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ مجالس ذکر میں طبلہ اور مزامیر کے ساتھ رقص کا رواج ہو چلا ہے۔ یہ نہ صرف یہ کہ آداب ذکر کے خلاف ہے بلکہ کتاب وسنت کے اصول کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ سیرت صحابہ و تابعین اور اولیاے کاملین میں کہیں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

صاحب مدخل اور ان سے قبل کے ارباب افتا نے اسے سامری کا عمل بتایا ہے، بلکہ صاحب مدخل نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اس کی امامت درست نہیں ہو گی، بلکہ یہ بھی کہا کہ جس چٹائی پر یہ عمل انجام دیا گیا اسے جلا دیا جائے، جس زمین پر ذکر مع رقص کیا گیا اسے کھود ڈالا جائے۔ ۲۷

شیخ عمر عبد اللہ کامل نے ان کے علاوہ ذکر محرّف، غیر شرعی نذور اور تعویذ گنڈے کے تعلق سے بعض صوفیہ میں رائج غیر شرعی طریقوں پر تنبیہ کرتے ہوئے اسلامی اصول وآداب بتائے ہیں۔

حاصل کلام: شیخ عمر عبد اللہ کامل کی اس تالیف کا مرکزی نقطہ نظر یہ ہے کہ تصوف کے مختلف ادوار میں صوفیہ کے بعض گروہ افراط وتفریط کے شکار رہے اور انہوں نے تصوف کے نام پر شرعی حدود کو پامال کیا، لیکن ہر دور میں صوفیہ کی اکثریت ایسی رہی جنہوں نے اعتدال کی راہ اختیار کی، اور کتاب وسنت ہی کو صحیح وغلط کا معیار قرار دیا، یہ حضرات کبھی بھی شرعی حدود سے سر مو متجاوز نہیں ہوئے۔ بعض صوفیہ کے غیر شرعی نظریات کو بنیاد بنا کر تمام صوفیہ کو مورد الزام ٹھہرانا اور کھرے کھوٹے کی تمیز کے بغیر مطلقا تصوف کو غیر اسلامی اور رہبانیت کی نئی صورت قرار دینا ناانصافی ہے۔ نقد ونظر کوئی بری چیز نہیں، لیکن عدل وانصاف کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ سزا کا انتخاب جُرم کے ثبوت کے بعد کیا جائے تو عدل کہلاتا ہے لیکن اگر کسی کو ناکردہ گناہ کی سزا دی جائے تو اسے ظلم کہا جاتا ہے۔ کسی جماعت کے بعض افراد کے جرم کو تمام افراد کے سر تھوپنا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

شیخ عمر عبد اللہ کامل نے اپنی اس تالیف میں صوفیہ کے نظریات و معتقدات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھا ہے اور بعض متصوفین کے افراط وتفریط کو واضح کرتے ہوئے ناقدین تصوف کے غیر محتاط رویے پر اظہار افسوس کیا ہے۔ انہوں نے ناقدین تصوف میں شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن قیم اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے منہج تنقید کو سراہا ہے۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل کا ماننا ہے کہ نقد تصوف میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات اعتدال پسندانہ ہیں، انہوں نے اس باب میں کہیں بھی حقائق سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔ صوفیہ کے جو نظریات کتاب وسنت کی کسوٹی پر کھرے اترے انہیں قبول کیا اور جو کھوٹے نکلے ان کا انکار کیا۔ شیخ عمر عبد اللہ کامل کے اس رجحان سے مکمل طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ ابن تیمیہ اپنی تمام تر علمی فضیلتوں کے باوجود نقد تصوف میں متعدّد مقامات پر تعصب کے شکار ہوئے ہیں، ان کے مجموع الفتاویٰ کے مطالعے سے ایسی متعدّد نظیریں مل جائیں گی۔ اس کے باوجود مؤلف کا شیخ ابن تیمیہ کے تعلق سے والہانہ پن ان کی مرعوبیت اور حقائق سے چشم پوشی کا پتہ دیتا ہے۔

حوالے

۹۔ نفس مصدر ص: ۴۰ تا ۴۲ ملخصًا
۱۰۔ نفس مصدر ص: ۴۲
۱۱۔ نفس مصدر ص: ۴۳
۱۲۔ نفس مصدر ص: ۵۱ تا ۵۳ ملخصا
۱۳۔ نفس مصدر ص: ۵۵ تا ۵۹ ملخصًا
۱۴۔ نفس مصدر ص: ۶۶ تا ۶۹ ملخصا
۱۵۔ نفس مصدر ص: ۷۳
۱۶۔ نفس مصدر ص؛ ۷۷
۱۷۔ نفس مصدر ص: ۸۲ تا ۸۴ ملخصًا
۱۸۔ نفس مصدر ص:۔ ۸۶
۱۹۔ نفس مصدر ص: ۹۰
۲۰۔ نفس مصدر ص: ۱۰۶
۲۱۔ نفس مصدر ص: ۱۱۱
۲۲۔ نفس مصدر ص: ۱۱۵
۲۳۔ نفس مصدر ص: ۱۱۸
۲۴۔ نفس مصدر ص: ۱۳۴
۲۶۔ نفس مصدر ص: ۱۹۴
۲۷۔ نفس مصدر ص: ۲۰۷

انوارِ حیات

مرشدِ اعظم ہند احسن العلما مارہروی

مبارک حسین مصباحی

بریلی کے تاج دار امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

اسی نور نور خاندان کی ایک نورانی شخصیت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں جلوہ بار تھی، جنھیں ہم مرشدِ اعظم ہند احسن العلما حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہ کے نام سے جانتے ہیں۔ ان کی سیرت بھی نور نور تھی اور صورت بھی نور نور تھی، جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا، حسنِ تاباں کی تاب نہ لاتا تو ادب سے سر جھکا لیتا، جو ایک بار ملاقات کر لیتا شیدائی ہو جاتا۔ جو قریب ہوتا بس انھیں کا ہو جاتا، ان کی محفل میں بیٹھ کر یادِ الٰہی کی ہوک اٹھتی تھی۔ بقول حضرت نظمی میاں مارہروی: ”میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا، حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے“ اور یہی اللہ کے ولی کی سچی شناخت ہے۔ چہرہ حسنِ ملیح کا گل دستہ، گورا رنگ، گلابی ہونٹ، ناک اونچی، جھیل سی چمک دار آنکھیں، درخشاں کشادہ پیشانی، گھنی اور بڑی داڑھی، اسلاف کی طرح مونچھیں، دوہرا بدن، سڈول بڑا سر، درمیانہ قد نہ بہت لمبا اور نہ بہت پست۔ ”نورِ احسن“ کے دریا کو لفظوں کے کوزے میں سمیٹنا آسان نہیں۔ برکاتی مفتی حضرت شارحِ بخاری علیہ الرحمہ نے بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے:

”صورت اتنی دل کش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے، سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ۔ رخسار ایسے روشن کہ ان سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جان لیوا علالتوں کے باجود چہرے کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویے کے باوجود کبھی چہرے پر شکن نہیں دیکھی گئی“۔

(سیدین نمبر ص:۸۱۹)

عظیم شاعر و ادیب سید محمد اشرف مارہروی نے بڑی سچی پیکر تراشی اور سراپا نگاری کی ہے۔

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سروسی قامت
نشانِ سجدہ تھا ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت
وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اس مضمون میں ہم نے بھی اس نورانی شخصیت کے کچھ درخشاں نقوش سپردِ قلم کیے ہیں۔ ان کی نورانی صورت اور عرفانی سیرت کئی جہتوں سے مطالعے کی دعوت دیتی ہے، جو ہم جیسے کم سوادوں کی دست رس سے بلند تر ہے۔ لیکن مداحوں کی صف میں کھڑا ہونا بھی تو بڑی فیروز بختی کی بات ہے۔

بس اسی جذبۂ شوق کی امنگ میں ہم چلتے ہیں حضرت احسن العلما کے مولد و مدفن مارہرہ مطہرہ کی جانب جس کے پہلو میں برِ صغیر کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی سب سے بڑی درگاہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ ہے، اس کے بانی صاحب البرکات، سلطان العاشقین، حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی پیمی بلگرامی ثم مارہروی ہیں۔ یہ خانقاہ صدیوں سے مرجع عوام و خواص ہے۔ شریعت و طریقت کے ایک سے ایک یگانہ روزگار اس خانقاہ میں آسودہ خاک ہیں۔ اقلیمِ روحانیت کے اس مرکز کے صحن میں عشق و معرفت کا دریا آج بھی اسی شان سے بہ رہا ہے جس زور و شور کے ساتھ بارہویں صدی ہجری کے دوسرے دہے میں جاری ہوا تھا۔

mubarakmisbahi@gmail.com

خانقاہ برکاتیہ میں تاج والے کی آمد:

خانقاہ برکاتیہ کے جنوب میں حضرت پیمی کے پوتے حضرت سید شاہ حقانی ابن سید شاہ آلِ احمد کا دیوان خانہ تھا، ان کے دیوان خانے کے قدیمی مقام پر خاتم الاسلاف حضرت سید شاہ میر محمد صادق قدس سرہ نے خانقاہ میں پر شکوہ محل سرا اور حویلی سجادہ نشینی از سرِ نو تعمیر فرمائی، گردن اٹھا کر دیکھیں تو خانقاہ کی یہ عالی شان عمارت قصبے کے ہر گوشے سے صاف نظر آتی ہے، یہ ایک سہ منزلہ لکھوری اینٹوں کی بنی ہوئی وسیع و عریض حویلی ہے۔ طویل دالانوں، وسیع آنگن، بر آمدوں، صحنچیوں اور مختلف بلندی کی چھتوں پر مشتمل اس حویلی کا صافہ کھجور کا درخت ہے۔ آنگن کے مغربی حصے میں ''کوٹھی'' کے نام سے موسوم اقامتی حصے کے اندرونی دالان میں ۱۳۴۵ھ بروز اتوار نوری تاج کے ساتھ ایک نورانی بچے کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت سید محمد اشرف برکاتی رقم طراز ہیں۔

''پیدائش کے وقت نومولود سر سے پیر تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصے پر تاج کی شکل بنی ہوئی تھی، میری پھوپھی صاحبہ الحاج حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ دایہ نے زمین پر ہاتھ مار کر اپنا لاکھ کا کڑا توڑا اور اس کی نوک سے غلاف کو قطع کیا۔ معًا ایسا لگا کہ اس نیم تاریک اقامتی حصے میں ایک اجالا سا پھیل گیا۔ نومولود کا چہرا مہر درخشاں اور ماہ تاباں کی طرح روشن تھا۔ یہی وہ نومولود ہیں جنھیں دنیائے سنیت شیخ المشائخ احسن العلما مولانا مفتی حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے''۔(سیدین نمبر، ص:۱۸۷)

شجرہ نسب:

حضرت احسن العلما کا نسب نامہ پدری و نسب نامۂ مادری، دونوں جاکر حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ پر ملتے ہیں۔ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ (م ۱۴ر شعبان ۶۴۵ھ) حضرت سید علی کے فرزند تھے۔ اسم شریف محمد اور لقب صاحب الدعوۃ الصغریٰ ہے۔ کثرتِ استعمال سے جزوِ اول حذف ہو کر جزوِ آخر صغریٰ زبانِ عوام پر باقی رہ گیا۔ آپ کا مزارِ اقدس بلگرام، ضلع ہردوئی میں مرجعِ عوام و خواص اور سرچشمۂ فیوض و برکات ہے۔

نسب نامۂ پدری:

(۱) حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری علیہ الرحمۃ۔
(۲) حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہ۔
(۳) حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ۔
(۴) حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہ۔
(۵) حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہ۔
(۶) حضرت سید منتجب حسین قدس سرہ۔
(۷) حضرت سید ناظم علی قدس سرہ۔
(۸) حضرت سید حیات النبی تاتو میاں قدس سرہ۔
(۹) حضرت سید حسین قدس سرہ۔
(۱۰) حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہ۔
(۱۱) حضرت سید جان محمد قدس سرہ۔
(۱۲) حضرت سید حاتم قدس سرہ۔
(۱۳) حضرت سید بدر الدین عرف بدلے میاں قدس سرہ۔
(۱۴) حضرت سید ابراہیم قدس سرہ۔
(۱۵) حضرت سید پیارے میاں قدس سرہ۔
(۱۶) حضرت سید حسن قدس سرہ۔
(۱۷) حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہ۔
(۱۸) حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہ۔
(۱۹) حضرت سید جمال الدین قدس سرہ۔
(۲۰) حضرت سید ابراہیم قدس سرہ۔
(۲۱) حضرت سید ناصر قدس سرہ۔
(۲۲) حضرت سید مسعود قدس سرہ۔
(۲۳) حضرت سید سالار قدس سرہ۔
(۲۴) حضرت سید صغریٰ قدس سرہ۔
(۲۵) حضرت سید علی قدس سرہ۔
(۲۶) حضرت سید حسین قدس سرہ۔
(۲۷) حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہ۔
(۲۸) حضرت سید ابوالفراس قدس سرہ۔
(۲۹) حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ۔ (سادات زیدیہ بلگرام کے جدامجد)
(۳۰) حضرت سید داؤد قدس سرہ۔
(۳۱) حضرت سید حسین قدس سرہ۔
(۳۲) حضرت سید یحییٰ قدس سرہ۔

(۳۳) حضرت سید زید سوئم قدس سرہ۔
(۳۴) حضرت سید عمر قدس سرہ۔
(۳۵) حضرت سید زید دوئم قدس سرہ۔
(۳۶) حضرت سید علی عراقی قدس سرہ۔
(۳۷) حضرت سید حسین قدس سرہ۔
(۳۸) حضرت سید علی قدس سرہ۔
(۳۹) حضرت سید محمد قدس سرہ۔
(۴۰) حضرت سید عیسیٰ موتم اشبال قدس سرہ۔
(۴۱) حضرت سید زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۲) حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۳) حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۴) حضرت سید السادات مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم زوج۔
خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت
(۴۵) حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نسب نامۂ مادری:

(۱) حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری علیہ الرحمۃ۔
(۲) حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا
(۳) حضرت سید ابو القاسم اسمٰعیل حسن قدس سرہ۔
(۴) حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ۔
(۵) حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہ۔
(۶) حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ۔
(۷) حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ۔
(۸) حضرت سید آلِ محمد قدس سرہ۔
(۹) حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب سلسلہ برکاتیہ۔
(۱۰) حضرت سید میر اویس قدس سرہ۔
(۱۱) حضرت سید میر عبد الجلیل قدس سرہ۔
(۱۲) حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ مصنف سبع سنابل شریف۔
(۱۳) حضرت سید ابراہیم قدس سرہ۔
(۱۴) حضرت سید قطب الدین قدس سرہ۔
(۱۵) حضرت سید شاہرو قدس سرہ۔
(۱۶) حضرت سید بڑھا میاں قدس سرہ۔
(۱۷) حضرت سید کمال قدس سرہ۔
(۱۸) حضرت سید قاسم قدس سرہ۔
(۱۹) حضرت سید حسن قدس سرہ۔
(۲۰) حضرت سید نصیر قدس سرہ۔
(۲۱) حضرت سید حسین قدس سرہ۔
(۲۲) حضرت سید عمر قدس سرہ۔
(۲۳) حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بلگرام۔

حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔

اب حسن تمہارا بیٹا ہے:

حضرت احسن العلما کے خاندان اور خاندان برکاتیہ میں ہمیشہ سے مسلسل ازدواجی رشتے ہوتے آئے ہیں ، جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ماضی قریب میں حضرت کے دادا سید حسین حیدر (نواسۂ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہ) کا عقد حضرت سید شاہ محمد صادق کی صاحب زادی ابرار بیگم طفیل فاطمہ کے ساتھ ہوا تھا، سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں کا عقد الطاف فاطمہ بنت سید محمد حیدر سے ہوا تھا۔ یہ بزرگ حضرت احسن العلما کے دادا کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت احسن العلما کی ولادت اور پرورش اپنے نانیہال خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ تاج العلما حضرت سید اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے یہاں ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی جو نو عمری میں انتقال کر گئے۔ حضرت کی اہلیہ سیدہ منظور فاطمہ بریلی کی رہنے والی تھیں اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں تھیں ، بیٹے کے انتقال کے بعد حضرت تاج العلما اور ان کی اہلیہ محترمہ مغموم رہنے لگے۔ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ نے اپنے لاڈلے نواسے (احسن العلما) کو اپنی چہیتی بہو کی گود میں ڈال کر فرمایا......پیاری بہو، اب حسن تمھارا بیٹا ہے، ہم نے تمھیں دے دیا۔ فرماں بردار بہو اور اطاعت شعار بیٹے نے پدر بزرگ وار کے اس ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا اور اپنے حقیقی بیٹے کی طرح پرورش شروع کر دی۔

ناناجان کی نوازشِ خسروانہ:

حضرت احسن العلما کو ۱۴؍ ماہ کی عمر میں ان کے نانا حضرت سید

شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ نے بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنی ذات بالا صفات کا سجادہ نشین بھی منتخب فرمایا۔ حضرت سید محمد اشرف اپنی پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون کے حوالے سے اس کا پس منظر رقم فرماتے ہیں۔

"ان کے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں (سید شاہ حسین میاں اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے) ایک ساتھ حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمہ کے مرید ہوئے۔ واقعہ یوں تھا کہ حضرت شاہ جی میاں کی علالت بڑھ گئی۔ سب سے بڑے بھائی حضرت سید شاہ آلِ مصطفیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد حضرت آلِ عبا علیہ الرحمۃ والرضوان کو حیدر آباد خط لکھا، جو ان دنوں بہ سلسلۂ ملازمت وہاں مقیم تھے، کہ حضرت ممدوح کی علالت بڑھ گئی ہے، ہم لوگ نابالغ ہیں، بیعت کے لیے آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ حیدر آباد سے اجازت نامہ بہ شکلِ خط آیا۔ وہ خط لے کر حضرت سید العلما (وہ اس وقت ۱۲/۱۳ برس کے تھے) حضرت تاج العلما سید شاہ محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے، انھیں خط پڑھ کر سنایا۔ تاج العلما علیہ الرحمہ دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو لے کر مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس پہنچے جو اس وقت ہری کوٹھی کے اندرونی دالان میں جنوباً و شمالاً آرام فرما تھے۔ حضرت نے چاروں کو بیعت فرمایا۔" (سیدین نمبر، ص:۷۱۹)

ناناجان نے چاروں کو بیعت فرمایا، لیکن حضرت احسن العلما کو اپنی خصوصی نوازشات سے سرفراز فرمایا۔ احسن العلما کے خلفِ اکبر صاحبِ سجادہ حضرت امین ملت محمد امین میاں برکاتی رقم طراز ہیں۔

"نانا حضرت نے اپنے چہیتے نواسے کو ۱۴/ ماہ کی عمر میں بیعت کیا، اور جملہ سلاسلِ قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر جملہ اعمال و اوراد و اشغال و اذکار و مصافحہ جات وغیرہ کی اجازت عطا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ میرا سجادہ نشین ہے۔ لاڈلی بیٹی سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو بیگم نے عرض کیا کہ میاں آپ کے سجادہ نشیں تو بھیا (سید اولاد رسول محمد میاں) ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ محمد میاں میرے خاندانی سجادہ ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ ہیں۔ پھر عمِ مکرم سید العلما سید شاہ آلِ مصطفیٰ میاں سے فرمایا کہ بیٹا تم رشک نہ کرنا تمھارا حصہ بڑے گھر (خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ عنہ) سے ملے گا۔ چناں چہ وہی ہوا کہ سید مہدی حسن قدس سرہ نے سید العلما علیہ الرحمہ کو اپنا وارث و جانشیں مقرر فرمایا۔" (سیدین نمبر، ص:۸۲۸)

بیعت و خلافت کی تفصیل ایک چشم دید شاہد کی حیثیت سے حضرت تاج العلما نے اپنے روز نامچے غرہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر فرمائی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ ذوی الوصل العمیم و علیٰ من تبعھم

چہار شنبہ بست و نہم محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد حضرت السید الشاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ تعالیٰ باسرارھم نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا۔ جیسا کہ حضرت نے روز نامچہ ۲۹/ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے۔ وکفی باللہ شھیدا۔

اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ نے برخوردار حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین ہے، اور حسن سلمہ کے بڑے بھائی برخوردار نور الابصار مولوی حافظ سید آلِ مصطفےٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور بعض چیزیں چھڑی وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ حسن میاں سلمہ کو دوں گا۔ اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجادہ نشین تو محمد میاں ہیں۔ اس پر فرمایا کہ وہ میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں کو میں نے اپنی ذات کا سجادہ نشیں بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روز

نا مچے غرہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں۔" (سیدین نمبر، ص:۷۲۵)

پاکیزہ بچپن:

حضرت احسن العلما خانوادۂ برکاتیہ کے نگہ انتخاب تھے، تصوف و روحانیت کے پاکیزہ ماحول میں انھوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں۔ حضرت تاج العلما قدس سرہ کے آغوش تربیت میں پروان چڑھے، اس لیے ان کا عہد طفولیت بھی نورانی اور عرفانی تھا۔ شہزادہ احسن العلما حضرت سید محمد اشرف برکاتی نے اپنی پھوپھی الحاج حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون کے حوالے سے ان کے بچپن کی کچھ حسین یادیں سپرد قلم کی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی تلخیص سپرد قلم کرتے ہیں۔

پھوپھی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حسن میاں کو بچپن اور لڑکپن میں کسی کھیل سے کوئی رغبت نہیں تھی، یعنی بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے، انھوں نے سرورِ کائنات ﷺ کے نقشِ قدم کو اپنی منزل حیات بنا لیا تھا۔ پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ حسن میاں بچپن میں چھوٹی مہری کا پاجامہ، روئی کا دگلہ اور بڑی سی ٹوپی پہنتے تھے۔ صدر دالان کے نزدیک کبوتر کی کابکیں رکھی ہوئی تھیں۔ گھر کے بڑے افراد ان کو وہیں جاکر تلاش کرتے تھے۔ وہ کبوتروں کو ہاتھ میں لے کر ان کے پوٹوں کو چوم رہے ہوتے تھے۔ حضور احسن العلما نے کبوتروں سے اپنی محبت زندگی بھر نباہی، انھوں نے کبھی کبوتر نہیں اڑائے، لیکن ان کے دانے پانی اور وقت پر کھولنے بند کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

بچپن میں حضور احسن العلما کا یہ بھی معمول تھا کہ کیوں کہ رات کو ان کی والدہ کو بہت پیاس لگتی تھی، اس لیے وہ ان کی پلنگ کی پٹی کے نیچے کنویں سے تازہ پانی کھینچ کر لوٹے میں رکھ کر اسے ڈھک دیتے تھے، اور لوٹے کی ٹونٹی میں کاغذ کی گلوری لگا دیتے تھے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا اندر نہ جا سکے۔ ان کی اس عادت پر ان کی والدہ ان کو بہت دعائیں دیتی تھیں اور یہ سب دعائیں خوب خوب قبول ہوئیں۔

پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور احسن العلما کو ان کی والدہ نے بچپن کی کسی بات پر تادیب کی خاطر مونڈھے کو الٹا کر کے اس میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور پھر بھول گئیں۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد جب ان کا گھر کے اس حصے سے گزر ہوا تو بیٹا اسی طرح کھڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا، آپ ہی کا تو حکم تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اس وقت کے لیے تھا۔ بیٹے نے فرمایا کہ آپ نے مونڈھا چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا، اس لیے وہیں کھڑا رہا۔

تعلیم و تربیت:

والدہ محترمہ حضرت سیدہ شہربانو رحمۃ اللہ علیہا نے قرآن عظیم شروع کرایا۔ سوا دو پارے والدہ سے پڑھنے کے بعد قصبے کے مشہور حافظ سلام الدین قریشی مرحوم سے قرآن عظیم حفظ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد باقی حصہ حافظ عبد الرحمن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم سے پڑھا۔ بقول مفتی محمد شریف الحق امجدی "سات سال نو مہینے کی عمر میں قرآن عظیم حفظ کیا" بڑے پیمانے پر نشرح کی تقریب ہوئی۔ شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے اصرار کر کے اپنی طرف سے دولھا بنایا۔ دولہا بنے، سہرے گائے گئے اور اعزہ کی دعوت ہوئی۔

حضرت امین ملت فرماتے ہیں:

> "اردو فارسی کا آغاز ممانی صاحبہ سیدہ منظور فاطمہ نے کرایا۔ ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کا آغاز ہوا۔ خال محترم حضور تاج العلما قدس سرہ نے درس نظامی کا آغاز کرایا۔ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، سید العلما سید آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمہ، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں قادری برکاتی، مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی نے درسِ نظامی کی تکمیل کرائی۔ شروع کے اساتذہ میں منشی سعید الدین صاحب برکاتی کا نام نمایاں ہے۔ انگریزی کے اسباق ماسٹر محمد سمیع خاں صاحب برکاتی نے پڑھائے۔ والد ماجد اپنے اساتذۂ کرام کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے تھے۔" (سیدین نمبر، ص:۸۲۸)

حضرت شارحِ بخاری فرماتے ہیں۔

> "حضرت احسن العلما نے اپنی پوری تعلیم مدرسہ قاسم العلوم درگاہ برکاتیہ ہی میں حاصل فرمائی۔ حضرت تاج العلما کو آپ کی تعلیم کا اتنا لحاظ تھا کہ سفر میں اگر کہیں تشریف لے جاتے تو حضرت کے جو استاذ بھی ہوتے ان کو بھی ساتھ لے جاتے، اور اثنائے سفر میں بھی سبق جاری رہتا، حتیٰ کہ ریل گاڑی میں بھی۔" (سیدین نمبر، ص:۸۱۸)

---------------------(جاری)

حضور صاحبِ سجادہ کا ایک اور تاریخ ساز فیصلہ

مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ کے پانچویں سجادہ حضرت احسن میاں قادری رضوی کا انتخاب
تاریخ ساز فیصلہ کی روداد سناتی ایک دستاویزی تحریر

از: مفتی محمد سلیم بریلوی

اس سلسلہ میں جب آپ فقیر راقم الحروف کے ساتھ دیگر اساتذۂ منظر اسلام سے مشورہ فرماتے تو سارے لوگ آپ کے اس فیصلے سے عدم اتفاق کا اظہار کرتے، جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت مفتی محمد عاقل رضوی اس بات کے گواہ ہیں کہ کئی بار حضور صاحب سجادہ نے اس سلسلہ میں ان سے اور دیگر علمائے منظر اسلام سے مشورہ طلب کیا لیکن سب نے نفی ہی میں جواب دیا۔ حضرت ضد کرتے رہتے اور ہم لوگ منع کرتے رہتے اس طرح یہ سلسلہ پورے سال چلتا رہا یہاں تک کہ امسال ۹۶/ویں عرس رضوی کے پوسٹر کی تیاری کا زمانہ آگیا۔ پوسٹر کی تیاری کے بعد جب اس کا مسودہ لے کر ایک دن میں حضور صاحب سجادہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے پوسٹر کے مندرجات اور ڈیزائن وغیرہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ''آپ اس میں احسن میاں کی سجادگی کا اعلان بھی دیدیں'' میں انکار کرتا رہا مگر آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا ''آپ کے لیے میرا یہ حکم ہے کہ یہ اعلان فوراً ہی آپ ٹائپ کروا کر اس میں اضافہ کر دیں''۔ اس کے بعد تو اب کوئی چارۂ کار ہی نہیں تھا۔ لہٰذا حسب حکم وہ اعلان ٹائپ کروا کر عرس رضوی کے پوسٹر میں شامل کر دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

اعلان سجادگی: '' برادران اہل سنت ! والد محترم حضرت ریحان ملت علیہ الرحمۃ کے اچانک وصال فرما جانے کے بعد میرے جد کریم حجۃ الاسلام اور والد ماجد حضرت ریحان ملت کی وصیت کے مطابق اہل سنت کے جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام خصوصاً آقائے نعمت مخدوم گرامی احسن العلما حضرت سید محمد مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے خانقاہ قادریہ رضویہ نوریہ درگاہ اعلیٰ حضرت کی سجادگی، رضا مسجد کی تولیت منظر اسلام کی نظامت اور دیگر اوقاف کی نگرانی جیسی اہم ذمہ داریاں مجھ ناتواں کے کمزور کاندھوں پر ڈال دیں۔ تب سے آج تک میں اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود اپنے بزرگوں کے روحانی تصرف کی مدد سے ان ساری ذمہ داریوں کو نبھاتا چلا آرہا ہوں۔ میں نے سجادگی کا یہ دور کن مشکل حالات میں گزارا اس کی صحیح تصویر اس شعر سے ظاہر ہو رہی ہے۔

منزل عشق محبت کے سہارے طے کی
ہو چلا ختم سفر میں کہیں آیا نہ گیا

کیوں کہ سجادگی کے اس ۳۱/ سالہ دور میں مجھے نہ جانے کتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، نہ جانے کتنی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور نہ جانے کتنے نامساعد حالات سے سابقہ پڑا مگر الحمد اللہ! میں نے حتی الامکان یہ کوشش کی کہ مرکز اہل سنت درگاہ اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت پر حرف نہ آنے پائے۔ لیکن اب میری کمر ہمت جواب دے چکی ہے۔ طبیعت بھی مسلسل ناساز رہ رہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اب دنیا اور دنیا کے ہنگاموں ہی سے میرا دل اچاٹ ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے سجادگی اور اس سے متعلق دیگر امور کی اہم ذمہ داریوں کو نبھانے میں میں کافی دشواریاں محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے میں نہایت غور و فکر اور علما و مشائخ سے مشورے کے بعد اپنے والد ماجد حضرت ریحان ملت کی وصیت کے مطابق بحیثیت وصی (Mediator) اپنی مذکورہ بالا تمام ذمہ داریاں اپنے لائق ترین فرزند اکبر، ولی عہد خانقاہ رضویہ مولانا محمد احسن رضا قادری زید مجدہٗ کے سپرد کر رہا ہوں۔ اب ان تمام ذمہ داریوں کی انجام دہی وہی کریں گے۔ مجھے اور علما و مشائخ کو قوی امید ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ امور حسن و خوبی انجام دیں گے۔ کیوں کہ وہ نوجوان ہیں، متقی و پرہیز گار ہیں، علوم دینیہ سے آراستہ ہیں، دانش مند اور ہوش مند ہیں، علما نواز ہیں، مؤدب ہیں، دل میں کام کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کے لیے گھر کا عیش و آرام تج کر زیادہ تر با

ہر ہی رہتے ہیں، گاؤں گاؤں، خطہ خطہ، شہر شہر اور بستی بستی گھوم کر اور سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے مذہب و مسلک کی اس وقت خوب سے خوب تر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت انہیں قوم وملت، علما و مشائخ اور خانقاہوں کے ذوی الاحترام سجادگان کا اعتماد بھی حاصل ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی حاصل رہے گا۔ اللھم زد فزد.

مولیٰ تعالیٰ انہیں مزید قوت و توانائی عطا فرمائے، مرکز اہل سنت کی عظمت و رفعت میں اضافہ کے لیے انہیں بہترین ذریعہ بنائے نیز اس ۱۳۱ر سالہ دور میں اگر ان ذمہ داریوں کی انجام دہی یا حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائگی میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو یا کسی کو میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو میں اللہ رب العزت اور آپ حضرات سے معافی کا خواستگار ہوں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میرے گناہوں کی بخشش فرمائے۔ آمین ! واللہ الموفق والمستعان و علیہ التکلا ن.

فقیر قادری محمد سبحان رضا" سبحانی" غفرلہٗ القوی۔

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

اعلان سجادگی اور میڈیا: اس طرح یہ پوسٹر پریس چلا گیا اور پریس سے آنے کے بعد جب مؤرخہ ۲۰ر نومبر ۲۰۱۴ء کو میڈیا میں یہ پوسٹر جاری کیا گیا تو میڈیا نے اسے کافی کوریج دیا۔ جس کی وجہ سے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیائے سنیت میں ایک تہلکا سا مچ گیا چنانچہ جہاں ایک طرف میڈیا نے اس فیصلہ پر اپنی حیرت کا اظہار کیا وہیں اسے دوسری طرف ایک تاریخ ساز فیصلہ بھی قرار دیا کیوں کہ کسی بھی خانقاہ میں ایسی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی صاحب سجادہ نے اپنی زندگی ہی میں منصب سجادگی سے خود ہی سبک دوش ہو کر دوسرے کو سجادگی سونپی ہو۔ مگر حضرت صاحب سجادہ چونکہ اس سے پہلے بھی کئی ایسے تاریخ ساز فیصلہ کر چکے ہیں کہ جن کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دینک جاگرن نے اپنی مؤرخہ ۲۱ر نومبر کی اشاعت میں اس فیصلہ کی سرخی یوں لگائی : اعلیٰ حضرت عرس میں ہوگی ولی عہد کی تاج پوشی۔ اور اس کی ذیلی سرخی یوں لگائی :"سجادہ نشین سبحانی میاں نے کیا اپنی ذمہ داری بیٹے کو سونپنے کا اعلان...پانچویں سجادہ نشین ہوں گے ...مارہرہ کے سجادہ باندھیں گے پگڑی"۔ ہندوستان اخبار نے یوں سرخی لگائی: احسن میاں بنیں گے درگاہ کے نئے سجادہ نشین۔ ہندی روزنامہ امر اجالا نے تو اپنے پہلے ہی پیج پر اس اعلان کو جگہ دی اور یوں سرخی لگائی: احسن میاں ہوں گے درگاہ اعلیٰ حضرت کے سجادہ۔ عرس رضوی پر سبحانی میاں کریں گے اعلان۔ علم دین کی کسوٹی پر خود کو کس رہے ہیں احسن میاں۔ ہندی روزنامہ آج نے یوں سرخی لگائی: عرس رضوی پر ہوگی سجادہ نشین کی گھوشنا۔ اس کے علاوہ ہندی روزنامہ شیکھر ٹائمز، ہندی روزنامہ کینوز ٹائمز، اردو روزنامہ انقلاب و ترجمان بریلی اور انگلش روزنامہ ٹائمز آف انڈیا نے بھی اس خبر کو کافی اہتمام سے شائع کیا۔ ان تمام اخبارات کے عکس آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ چوں کہ یہ اعلان سجادگی کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا، اس فیصلہ کا شائع ہونا تھا کہ ملک اور بیرون ملک سے مبارکبادیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا جو ۲۲ر نومبر سے ۲۵ر دسمبر تک برابر چلتا رہا۔ اہل عقیدت اخبارات، ای میل، وہاٹس ایپ، فیس بک، ایس ایم ایس، خطوط اور فون کے ذریعے مبارکبادیاں پیش کر رہے تھے۔ جگہ جگہ لوگ استقبالیہ اجلاس منعقد کر رہے تھے۔ مبارک باد پیش کرنے والوں میں مشائخ کرام بھی تھے، اور خانقاہوں کے سجادگان بھی۔ علما بھی تھے اور ائمہ کرام بھی ارباب علم و دانش بھی تھے اور ارباب سیاست بھی۔ اصحاب قلم بھی تھے اور اصحاب مدارس بھی۔ تاجر حضرات بھی تھے اور سماجی خدمت گزار بھی۔ غرض کہ ہر طرف سے مبارکبادیوں کے پیغامات موصول ہو رہے تھے۔

احسن میاں اپنے مرشد کی بارگاہ میں: اسی درمیان حضور صاحب سجادہ کے حکم سے حضرت احسن میاں دام ظلہ العالی، راقم الحروف، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا قاری امانت رسول رضوی، عالی جناب محمد شاہد خاں نوری فرید پوری، شاہد خاں نوری ٹی ٹی ایس، جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت مفتی محمد عاقل رضوی کی معیت میں احسن العلما علیہ الرحمۃ کے شہزادے، خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ کے صدر اور اپنے پیر و مرشد پروفیسر حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ النورانی کی بارگاہ میں مؤرخہ ۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ر ۷ر دسمبر ۲۰۱۴ء کو جامعہ البرکات علی گڑھ حاضر ہوئے۔ یوں تو ہر سال عرس رضوی سے پہلے حضور صاحب سجادہ اپنے لخت جگر حضرت احسن میاں کو اعلیٰ حضرت کے پیر خانے کے سجادگان، مشائخ کرام اور اور معزز سادات کرام خصوصًا حضرت سید محمد امین میاں مدظلہ النورانی اور آپ کے برادران گرامی و عم محترم کے نام عرس رضوی کا دعوت نامہ لے کر بھیجتے ہیں مگر امسال اعلان کے مطابق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۹۶ر ویں عرس

رضوی میں حضرت احسن میاں کے سر مبارک پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ رضویہ کی سجادگی کا تاج زرّیں رکھا جانا تھا اس لیے حضرت صاحب سجادہ کی یہ شدید خواہش اور تمنّا تھی کہ اس عظیم اور مقدس موقع پر میرے اجداد کرام کے پیر خانے کے سجادگان میں سے کسی مقدس اور باعظمت بزرگ کی موجودگی نہایت ضروری ہے اس سلسلہ میں امین ملت مدظلہ النورانی کے شہزادگان حضرت سید محمد امان میاں قادری اور حضرت سید محمد عثمان میاں قادری کے ساتھ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے جوائنٹ سکریٹری احمد مجتبیٰ صدیقی سے گزارش کی گئی کہ امین ملت مدظلہ النورانی کی بارگاہ میں احسن میاں صاحب قبلہ حاضر ہوکر دعائیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت امین ملت کی اجازت مل جانے کے بعد ۱۳/صفر المظفر/۷/دسمبر کو ہم لوگوں کا یہ پانچ نفری قافلہ تقریباً دوپہر ڈیڑھ بجے البرکات علی گڑھ پہنچا جہاں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت احسن میاں کے استقبال کے لیے احمد مجتبیٰ صدیقی موجود تھے۔ وہ فوراً ہی مصافحہ اور خیر و خیریت کے بعد ہم لوگوں کو البرکات کے خوبصورت، مہمان خانے میں لے گئے۔ ابھی ہم لوگوں کو بیٹھے ہوئے چند لمحات ہی ہوئے تھے کہ ولی عہد خانقاہ برکاتیہ حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری اپنے برادر اصغر حضرت سید محمد عثمان میاں قادری کے ساتھ تشریف لے آئے۔ مصافحہ، دست بوسی اور قدم بوسی کے بعد فوراً ہی انہوں نے ظہرانے کا پُر تکلف اہتمام کرادیا۔ کھانے اور نماز ظہر سے اِدھر ہم لوگ فارغ ہوئے اور اُدھر امین ملت مدظلہ النورانی تشریف لے آئے۔ تمام حضرات نے دست بوسی اور قدم بوسی کی۔ حضرت کی معیت میں چائے نوشی بھی کی جاتی رہی اور خانقاہ رضویہ کے تعلق سے گفتگو بھی چلتی رہی۔ اس موقع پر سب لوگوں کی موجودگی میں حضرت امین ملت نے فرمایا کہ میرے والد صاحب آپ کے والد محترم سبحانی میاں صاحب سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور ہم لوگ بریلی شریف میں آپ کے گھر کو ہی اپنا گھر سمجھتے ہیں۔

امین ملت کی بارگاہ میں حضرت احسن میاں صاحب قبلہ نے بصد خلوص عرس رضوی کا دعوت نامہ پیش کیا اور جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ امسال عرس رضوی کے منبر نور پر حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کی رسم سجادگی کی ادائیگی ہوگی تو آپ نے بے پناہ مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے فوراً ہی رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ کو موبائل کے ذریعے حکم دیا کہ میں تو بیرون ملک سفر پر ہونے کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکوں گا مگر آپ کو ضرور تشریف لے جانا ہے حضرت رفیق ملت سے گفتگو کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے ہم تمام لوگوں کی موجودگی میں حضرت احسن میاں کے سرِ مبارک پر دستار بندی فرمائی، بعد میں آنے کا وعدہ فرمایا اور پھر تخلیے میں اپنے مرید حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو طریقت و تصوف سے متعلق بہت سے ایسے اصول و ضوابط اور رہنما خطوط کی تلقین فرمائی جو ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ کے لیے ضروری بھی ہیں اور مشعل راہ بھی۔ حضرت احسن میاں صاحب قبلہ حضرت امین ملت ہی کے مرید ہیں اس وجہ سے حضرت امین ملت کے رخ زیبا سے اس وقت مسرت و شادمانی کی جو ہفت رنگ کرنیں پھوٹ رہی تھیں وہ کسی بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ اس موقع پر حضرت امین ملت نے اپنے شہزادۂ گرامی حضرت سید محمد عثمان میاں صاحب سے ایک سادہ کاغذ منگوا کر ہم لوگوں کی موجودگی میں احسن العلما علیہ الرحمۃ کے "طریقۂ احسن" کی اتباع میں حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کی سجادگی کے تعلق سے ایک دستاویزی تحریر تیار فرما کر فوراً ہی حضرت احسن میاں کے حوالے کر دی مگر پھر مزید کرم کرتے ہوئے ۲۱/صفر/۱۵/دسمبر کو یہی تحریر اپنے لیٹر پیڈ پر بھی رقم فرما کر بذریعہ ای میل ارسال فرمادی۔ اس تحریر کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی سید محمد امین قادری سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ، عرس رضوی کے مبارک موقع پر جملہ برادران اہل سنت کو یہ اطلاع دیتا ہے کہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف کے صاحب سجادہ حضرت فیضان رضا خاں (سبحان رضا خاں) المعروف سبحانی میاں نے اپنے جملہ اختیارات جو انہیں اپنے والد ماجد حضرت ریحان رضا خاں رحمانی میاں صاحب مرحوم سے رجسٹرڈ وصیت نامہ کے مطابق حاصل ہوئے تھے ان کو اپنے فرزند اکبر و ولی عہد مولانا احسن رضا خاں سلمہ کو تفویض کر دیے جس کے تحت عزیز موصوف خانقاہ رضویہ کی سجادگی، تولیت، رضا مسجد کی تولیت، مدرسہ منظر اسلام کا انتظام و انصرام، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور دیگر اوقاف کی حفاظت اور نگرانی کے حامل ہوں گے۔

عزیزم نور چشم مولانا احسن رضا خاں صاحب کو یہ تمام اختیارات اپنے والد ماجد کے عطیہ کے علاوہ اپنے دادا حضرت علامہ ریحان رضاخاں مرحوم کے رجسٹرڈ وصیت نامہ کی رو سے بھی حاصل ہیں جس میں انہوں نے اپنے فرزند سبحانی میاں صاحب کے بعد اپنے پوتے اور سبحان رضا خاں سبحانی میاں کے بڑے فرزند مولانا احسن رضاخاں کے لیے خانقاہ رضویہ اور اس کے جملہ او قاف کی تولیت اور سجادگی عطا کرنے کی تصریح فرمائی تھی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضاخاں صاحب کے وقف نامہ اور مولانا ریحان رضاخاں صاحب کے رجسٹرڈ وصیت نامہ کے مطابق سبحانی میاں صاحب نے اپنے اس اختیار کو اپنے ولی عہد و جانشین مولانا احسن رضاخاں صاحب کو منتقل کر دیا۔ فقیر برکاتی دعا گو ہے، اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا احسن رضا خاں سلمہ کو اس بار عظیم کو اٹھانے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

دستخط

(سید محمد امین)

پروفیسر سید شاہ محمد امین، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ

پھر حضرت امین ملت نے اسی مسرت و شادمانی کے ماحول میں بے پناہ دعائیں دیتے ہوئے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو مارہرہ شریف کے لیے وداع فرمایا۔

ولی عہد خانقاہ برکاتیہ کے مشورے: اس موقع پر حضرت سید محمد امان میاں قادری مدظلہ النورانی نے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ”مرکز اہل سنت بریلی شریف سے دعوت و تبلیغ کا احسن اور موثر انداز میں حکمت و موعظت کے ساتھ کام ہونا چاہیے۔ آپ سے ہمیں پوری امید ہے کہ عصر حاضر کے دعوتی تقاضوں سے ہم آہنگ خطوط متعیّن کر کے آپ مذہب و مسلک کی نشر و اشاعت اور عروج و ارتقا کے لیے ضرور ایک جامع منصوبہ اور لائحۂ عمل تیار کریں گے۔ اس سلسلہ میں ہماری جہاں کہیں بھی آپ کو ضرورت پیش آئے ہم ہر وقت اس کے لیے حاضر ہیں۔“ (مفہوماً)

پھر فقیر راقم الحروف کی طرف طرز تخاطب موڑتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: ”رسم سجادگی کے بعد آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت احسن میاں صاحب کو آپ کم سے کم ڈھائی سو خطوں، مذہبی اداروں اور مدارس کا ضرور دورہ کرائیں اور اس کی رپورٹ بھی مرتب فرمائیں“۔ اس سلسلہ میں محترم جناب احمد مجتبیٰ صدیقی نے بھی اعلیٰ حضرت کے جدید علوم کی ترتیب و تزئین کے حوالے سے کئی گراں قدر مشورے پیش فرمائے۔ چلتے وقت حضرت سید محمد امان میاں قادری نے یہ بھی فرمایا کہ عرس رضوی ایک عظیم الشان عرس ہے۔ تقریروں کے ساتھ اس عرس میں شرکت کرنے والے عقیدتمندوں کو نہایت مختصر اور جامع انداز میں چند نکات پر مشتمل ایسا مواد دیا جائے جوان کی مسلکی، مذہبی، سماجی اور معاشرتی زندگی میں پورے سال کام آئے۔“ نماز عصر راستے میں پڑھتے ہوئے ہم لوگ علی گڑھ سے مارہرہ مطہرہ اپنے وں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ان مارہرہ مطہرہ کی بارگاہوں میں حاضری دی، عرس رضوی کی کامیابی کے لیے دعائیں کیں، رسم سجادگی کے تعلق سے معروضات پیش کیے پھر سلام پیش کر کے مہمان خانے میں حاضر ہو گئے جہاں مدرسہ احسن البرکات کے اساتذہ اور خدّام آستانہ نے پُر تکلف ناشتے کا پہلے ہی سے اہتمام کر رکھا تھا۔ چوں کہ حضرت رفیق ملت باہر تشریف لے جا چکے تھے اس لیے ان سے تو ملاقات نہ ہو سکی مگر عرس رضوی کے دعوت نامے انہیں مذکورہ حضرات کے سپرد کر کے ہم لوگ واپس ہو گئے۔

شہر بریلی میں دھوم: جیسے جیسے عرس رضوی کی تاریخیں قریب آرہی تھیں۔ عوام و خواص کا جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا ،اخبارات، روزانہ ہی رسم سجادگی کے تعلق سے کچھ نہ کچھ لکھ رہے تھے۔ شہر بریلی کے ہر محلہ میں استقبالیوں کی محفلیں سج رہی تھیں، پورا شہر ”تمام عالم سنیت کو درگاہ اعلیٰ حضرت کا پانچواں سجادہ مبارک ہو۔ حضور صاحب سجادہ کے تاریخ ساز فیصلہ کا ہم سب تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو درگاہ اعلیٰ حضرت کا پانچواں سجادہ نشین منتخب کیے جانے پر ہم تمام لوگ مبارکباد کہتے ہیں“ اس طرح کے مبارکبادیوں پر مشتمل جملے بینروں اور اشتہارات کی شکل میں پورے شہر میں آویزاں تھے۔ پھر عرس رضوی کی وہ ساعت سعید بھی آئی جس کا پورے سال لوگ انتظار کرتے ہیں۔ عرس رضوی کی ہر تقریب میں مقررین اور شعرا حضرات رسم سجادگی کے تعلق سے ضرور روشنی ڈالتے اور مبارک بادیاں پیش کرتے۔

رسم سجادگی کی ادائیگی: ۲۵؍ صفر ۱۴۳۶ھ/

۱۹/دسمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارکہ عرس رضوی کا وہ آخری دن بھی آگیا جس میں حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کے تاریخ ساز فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا جانا تھا۔ عرس رضوی کا منبر نور جماعت اہل سنت کے علما، مشائخ، حفاظ، قرا، خطبا، ادبا اور شعرا سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسلامیہ گراؤنڈ سے لے کر درگاہ اعلیٰ حضرت تک تقریباً ۲۵/لاکھ پر مشتمل عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا اور ہلکورے لیتا ہوا سمندر موجود تھا۔ پرنٹ میڈیا کے لوگ عقیدتوں کے سیلاب پر مکمل نظر رکھے ہوئے تھے اور ایک ایک جملے کو نوٹ کر رہے تھے، رسم سجادگی کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا کہ اسی ماحول میں احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند اور خانقاہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ نشین رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں قبلہ کی آمد آمد ہوتی ہے۔ ساتھ ہی خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف کے ولی عہد اولاد رسول مولانا سید سہیل میاں قادری چشتی واحدی بھی تشریف فرما ہیں۔ علماے کرام میں منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث حضرت سید محمد عارف رضوی، حضرت مولانا مختار احمد قادری بہیڑوی، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا قاری امانت رسول قادری پیلی بھیتی، حضرت مولانا صغیر احمد جوکھن پوری، حضرت مولانا حنیف خاں رضوی، حضرت مولانا فروغ القادری، حضرت مولانا صغیر اختر، حضرت مولانا مفتی محمد عاقل، حضرت مولانا قاری سخاوت حسین، حضرت مولانا ذکراللہ، مفتی علاء الدین سنبھلی، سید ناصر میاں جینیٹھوی، حضرت قاری اقبال رضوی، الحاج محمد سعید نوری، نبیرۂ ریحان ملت حضرت مولانا ارسلان میاں، مولانا شیران رضا خاں، حضرت مولانا حسان رضا خاں سجادہ نشین خانقاہ تحسینیہ کانکر ٹولہ، کے علاوہ کثیر تعداد میں جماعت اہل سنت کے علما کی موجودگی میں خانقاہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ نشین رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی مدظلہ النورانی تقریباً ۲/بجکر ۲۰/منٹ پر حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کی معیت میں مائک کے پاس تشریف لائے۔ یہی وہ گھڑی تھی جس کا کافی دنوں سے لوگوں کو انتظار تھا۔ عوام و خواص کی نگاہیں آج اس شہزادے کی طرف مرکوز تھیں جسے اس گھڑی میں رضوی دولہا بننا ہے۔ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ پیر خانۂ اعلیٰ حضرت سے لائی ہوئی کالے رنگ کی دستار لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اب مائک شیر قادریت حضرت علامہ مختار احمد قادری سنبھال چکے ہیں۔ رسم سجادگی کی ادائیگی کی جا رہی ہے۔ حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ اپنے ہاتھوں سے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو رضوی دولہا بنا رہے ہیں، ان کے سر اقدس پر مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ کے پانچویں سجادہ کی صورت میں دستار سجادگی سجا رہے ہیں۔ ادھر انہوں نے دستار سجادگی سے مزین کیا اُدھر حضور صاحب سجادہ اپنے جسم مبارک سے جبۂ سجادگی اتار کر اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو پہنا کر ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہیں۔ عوام و خواص نعروں پر نعرے بلند کر رہے ہیں۔ ہر طرف سے مبارک سلامت کے آوازہ بلند ہو رہے ہیں۔ ہر آدمی مسرت و شادمانی میں جھوم رہا ہے کہ اسی ماحول میں حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ مائک پکڑ لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں ”آج صبح نماز فجر کے بعد موسم کا مزاج دیکھ کر طبیعت تو یہ کہہ رہی تھی کہ بریلی شریف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے مگر دل و دماغ نے آواز دی نہیں! آج تو بریلی شریف ضرور جانا ہے کیوں کہ آج تو کسی کو وہاں دولہا بننا ہے۔ اے لوگو! یہ تمھاری خوش قسمتی ہے کہ تمھیں آج ایک لائق و فائق سجادہ مل رہا ہے۔ ان کی سجادگی تاریخ ساز ہے۔ پھر آپ نے بہت ہی نپے تلے جملوں اور جامع انداز میں ایک پُر مغز خطاب بھی فرمایا۔

خانقاہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت: اسی خطاب کے دوران آپ نے ایک ایسا زرّیں کارنامہ انجام دیا کہ تمام اہل عقیدت اور پچیس لاکھ کا مجمع مسرت و شادمانی میں جھوم اٹھا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ اس عرس رضوی کے اسٹیج سے میں آج اپنے پانچویں سجادہ کو اپنے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت دے رہا ہوں کیوں کہ وہ اس کے مستحق بھی ہیں اور اہل بھی۔ ادھر آپ نے یہ اعلان فرمایا اُدھر خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف کے ولی عہد حضرت مولانا سید سہیل میاں صاحب قبلہ بھی انتہائی سرعت کے ساتھ مائک پر تشریف لاکر اعلان فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت احسن میاں کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت دیتا ہوں۔ پھر شیر قادریت حضرت مولانا مختار احمد قادری نے حضرت امین ملت کا وہ پیغام اور وہ توثیق نامہ پڑھ کر سنایا جو ماقبل میں مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت رفیق ملت نے اس موقع پر خانقاہی امور اور مرکز سے متعلق ذمہ داریوں کی ادائیگی میں احکام لکھنے کے لیے دیگر تحائف و تبرکات کے ساتھ ایک قلم بھی عنایت فرمایا۔ جیسے ہی یہ رسم ادا ہوئی تو حضرت شیر قادریت نے تمام عوام و خواص سے ہاتھ اٹھوا کر اس تاریخ ساز فیصلہ کی تائید کا مطالبہ کیا جس پر تمام علما، مشائخ، حفاظ، قرا، ادبا، شعرا، ائمہ، خطبا کے ساتھ پچیس لاکھ سے زائد اس مجمع نے ہاتھ اٹھا کر نہ صرف یہ کہ تائید فرمائی بلکہ بہت دیر

تک وہ نعروں کے ذریعے نئے سجادہ کو خراج پیش کرتے رہے۔

بریلی شریف میں حضرت امین ملت کی آمد:

حضرت امین ملت اپنی کسی مجبوری کی بنیاد پر اس تقریب میں تشریف نہ لا سکے تھے اس وجہ سے آپ مورخہ ۲۶/ جنوری ۲۰۱۵ء کو خانقاہ رضویہ بریلی شریف تشریف لائے اور حضرت صاحب سجادہ کے ساتھ حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو بھی مبارکباد پیش فرمائی۔ ساتھ ہی ساتھ اس پاکیزہ خانقاہی رسم کی بھی ادائیگی فرمائی جس کو اصطلاح طریقت میں "رسم نذر گزاری" کہتے ہیں۔ اس نذر گزاری کی صورت میں آپ نے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کو پانچ سو روپیہ عنایت فرمائے۔ جس کو مورخہ ۲۸/ جنوری کی اشاعت میں بریلی شریف سے نکلنے والے تمام ہندی اور اردو اخبارات نے نمایاں انداز میں شائع کیا۔ انقلاب اردو نے سرخی لگائی: "بریلی آمد پر امین ملت سید امین میاں قادری کا والہانہ استقبال" ہندی اخبار امر اجالا نے یوں سرخی لگائی: "احسن میاں کی رسم نذر گزاری پوری"، ہندی اخبار ہندوستان نے یوں سرخی جمائی: "سجادہ نشین احسن میاں کی ہوئی نذر گزاری رسم"، ہندی روزنامہ دینک جاگرن نے تحریر کیا: "درگاہ اعلیٰ حضرت پر ہوئی آخری رسم" امر اجالا کا پیکٹ نے سرخی یوں سجائی: "سید امین میاں نے کرائی احسن میاں کی رسم نذر" اس طرح حضرت احسن میاں صاحب قبلہ حضور صاحب سجادہ کے بعد خانقاہ رضویہ کے پانچویں سجادہ کی صورت میں مسند سجادگی پر متمکن ہو گئے جس پر ملک کے خطہ خطہ سے مبارکبادیوں کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا جو تادم تحریر جاری ہے۔ اس موقع پر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے ایک اہم کارنامہ یہ انجام دیا کہ مورخہ ۲۰/ دسمبر عرس رضوی کے دوسرے دن روزنامہ انقلاب کی اشاعت میں خوبصورت اور رنگین انداز میں پورے صفحہ پر مشتمل مبارکبادی کا ایسا اشتہار شائع کروایا جو انقلاب کے تمام ایڈیشنوں میں اس دن شائع کیا گیا۔ اللہ رب العزت ہمارے اس پانچویں سجادہ کو سلامت رکھے۔ ان کے والد محترم اور ہم سب کے سرپرست اعلیٰ حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کے سایۂ عاطفت کو دراز سے دراز تر فرمائے اور ان کو تادیر نو منتخب ہمارے سجادہ کی تربیت سجادگی اور سرپرستی کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

[یہاں حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی کی تحریر ختم ہوئی، اب اس کے بعد ہم عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور راقم سطور مبارک حسین مصباحی کی تحریریں درج کرتے ہیں۔ یہ دونوں تحریریں ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں شائع ہو چکی ہیں۔]

گرامی مرتبت صاحبِ سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

حضرت مولانا سبحان رضا قادری رضوی بریلوی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنی علالت اور نقاہت کے باعث خانقاہ عالیہ رضویہ کی خدمت اور سربراہی کے لیے اپنے فرزند اکبر مولانا محمد احسن رضا قادری رضوی بریلوی کو سجادہ نشیں نامزد فرما کر مجمعِ عام میں اس کا اعلان فرمادیا ہے۔

اس مبارک و مسعود موقع پر ہم انھیں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں آپ کے زیر سایہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم خانقاہ کی خدمت پوری ذمہ داری، ایمانی فراست اور عالمانہ بصیرت کے ساتھ بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق بخشے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گام زن رہتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے اور مذہب اہل سنت کے فروغ و استحکام کے لیے مسلسل جدوجہد کرنے کا جذبہ اور سامان مہیا فرمائے اور ان سے اپنی رضا و خوشنودی کے کام لے۔ وما ذلك عليه بعزيز۔ والسلام۔

عبد الحفیظ عفی عنہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

☆☆☆☆☆

ہمیں یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ امسال مجدد و مفکر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی گدی کے سجادہ نشیں، پیر طریقت، چشم و چراغ خاندانِ رضویت حضرت شاہ سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں اپنے فرزند ارجمند کو سجادہ نشیں کی حیثیت سے منتخب فرما رہے ہیں۔ مرشدِ طریقت حضرت سبحانی میاں نے ۳۱ برس تک خانقاہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کی ذمہ داری بحسن و خوبی نبھائی۔ اسی کے ساتھ جامعہ منظر اسلام کی سربراہی اور دیگر اوقاف کی نگرانی بھی فرماتے رہے۔ حضرت کے صاحب زادہ والا تبار حضرت مولانا شاہ احسن میاں دام ظلہ العالی عشق و عمل اور تصوف و روحانیت کی بلند منزلوں پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ اس مبارک و مسعود موقع پر ہم دل کی گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کناں ہیں کہ مولا تعالیٰ خانقاہ رضویہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اپنے بزرگوں کی نعمتوں سے اسی طرح سرفراز اور فائز المرام رکھے۔ آمین۔

از: مبارک حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حافظِ ملت

بحیثیت مشفق استاذ

مولانا منور حسین مصباحی عزیزی

اللہ تعالیٰ عز و جل ہر زمانے میں بنی نوعِ انسان کی اصلاح اور فلاح کے لیے ایسے پاک نفوس اس خاک دانِ عالم میں بھیجتا رہا ہے جو نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتے، ایسے مصلحین کا ورودِ مسعود نہ ہوتا تو یہ دنیا شر و فساد کی آماج گاہ بن گئی ہوتی۔

جلالۃ العلم علامہ شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری المعروف بہ حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی انھیں علم و عمل اور فیوض و برکات سے مالا مال شخصیتوں میں سے ایک تھے، جنھوں نے درس و ارشاد کی مسند کو وقار بخشا، ایسی جامع صفات ہستی کے احوال کا احاطہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ جن کے تقویٰ اور اوصافِ صالحہ سے معمور سادہ زندگی سے لاکھوں افراد کی طرزِ زندگی بدل گئی ہو، آپ نے اس جیتی جاگتی دنیا اور مہمانانِ رسول کے بیچ رہ کر ان کی زندگی کو سنوارا ہے، ان کے اندر دین داری، اخلاص اور حب الوطنی کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے تاکہ وہ اچھے شہری بن کر ملک اور ملت کا قیمتی اثاثہ بن سکیں۔

احقر راقم الحروف نے دس سال تک حضور حافظ ملت علیہ الرحمہم کی بارگاہ میں رہ کر اکتسابِ فیض کیا، اس درمیان کوئی بھی کام حضرت کا خلافِ سنت نہیں پایا، حضرت کے کمرے میں رہنے کے سبب ان سے بے تکلف بھی تھا، اکثر ان کی خدمت (سر میں تیل ڈالنا، ہاتھ پیر دبانا) گھنٹوں کرتا رہتا، حضرت خوش ہو کر یہی فرماتے! اللہ تعالیٰ گورکھ پوری خان سے دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔ ایک مرتبہ تو حضرت نے یہاں تک فرمادیا کہ غیروں کے درمیان بھی آپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور یہی ہوا بھی کہ بلا مقابلہ پردھانی الیکشن میں اپنے تو اپنے غیروں نے بھی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے اہم ذمہ داری دی۔

پٹیل انٹر کالج بھٹہٹ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی سند پر بیالیس سال تک لکچرر کے عہدہ پر ناچیز فائز رہا، اس درمیان کچھ فرقہ پرست شرپسندوں نے اعتراض کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب ذلیل و رسوا ہوئے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہی رہا کہ کالج میں رہتے ہوئے بھی پرنسپل نے مکمل آزادی دے رکھی تھی کہ آپ جب چاہیں مذہبِ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے نکل سکتے ہیں۔ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس ناچیز کے ذریعہ علاقہ و اطراف میں پانچ درجن سے زائد مدارس و مساجد اور خانقاہوں کی بنیاد سے لے کر تعمیر ترقی کا کام ہوا۔ الحمد للہ ہنوز دینی خدمت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ نصف درجن مقامات پر بد مذہبوں سے مناظرہ کی بھی نوبت آئی اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر مقام پر اہلِ سنت و جماعت ہی کا علَم بلند ہوا اور بد مذہبوں نے راہِ فرار اختیار کی۔

سن انیس سو اڑسٹھ ۱۹۶۸ء میں فراغت کے بعد راقم الحروف اور علامہ مفتی محمد اسلم مصباحی عزیزی گورکھ پوری نے جب حضرت سے بیعت ہونے کے لیے بارگاہ میں حاضری دی تو اولاً حضرت نے انکار کیا، بعدہٗ جب دیکھا کہ یہ دونوں مصر ہیں تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پہلے یہ وعدہ کریں کہ تاحیات نماز کی پابندی کریں گے اور جھوٹ، غیبت و دیگر فحش امور سے اجتناب کریں گے۔ ہم دونوں نے وعدہ کرلیا، تب حضرت نے اپنے حلقۂ ارادت میں لیا۔

۱۹۷۱ء میں حضرت سے آخری ملاقات کا شرف محلہ رسول پور، ضلع گورکھ پور کے ایک جلسہ میں ملا تھا، جلسہ کے بعد حضرت رکشہ سے جانے لگے، کچھ دور جانے کے بعد رُکے، اور ارشاد فرمایا! کہ ہم نے آپ کو کچھ نہیں دیا، آپ نے تو ہماری بڑی خدمت کی ہے۔

ناظمِ اعلیٰ پاسبانِ ملت کمیٹی، گورکھ پور

حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا یہ جملہ سن کر میں نے کہا کہ حضور یہ سب آپ ہی کا فیض ہے کہ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد فوراً گورمنٹی ملازمت مل گئی اور علاقہ و اطراف میں جہاں بد مذہبوں کا غلبہ تھا، وہاں حق کا جھنڈا بلند کیا اور الحمدللہ !آج ہر طرف سنیت کا بول بالا ہے، حضرت نے شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور گرم گرم بوندی والی مٹھائی دی اور فرمایا اسے کھا لیجیے اور رکشہ پر بیٹھنے سے پہلے میری پیٹھ پر دستِ شفقت پھیر کر دعائیں دیں اور کہا کہ کوئی مائی کا لال میرے اِس شیر کو زیر نہیں کر سکتا، میں رکشہ کی طرف دیکھتا رہا اور جب رکشہ دور تک چلا گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں اپنے گاؤں چلا آیا، اپنے محسن سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔

میں نے جہاں حضرت کو ایک مشفق استاذ کی حیثیت سے دیکھا وہیں ایک بہترین سرپرست کی حیثیت سے پایا، اکثر فرماتے کہ جس چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بلا دریغ مانگ سکتے ہو، سبھی طلبہ پر خاص توجہ فرماتے تھے، خلافِ سنت اگر کوئی بات دیکھتے تو فوراً تنبیہ فرماتے، آپ نے مخالفت کا جواب کام سے دیا اور یہ سبق ہم سب کو پڑھایا بھی ہے، آپ فرماتے تھے کہ ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ عمل بھی سیکھتے ہیں۔

مولا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے مربی کی قبر پر رحمت و نور کے ساون برسائے۔ آمین۔ ☆☆☆

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

جناب معروف احمد خاں

73-رضا نگر، سیکٹر-12، سوینا، اودے پور، راجستھان

پن کوڈ نمبر-313002

جناب محمد عارف دانش رضوی

متّصل ڈاکٹر پرویز انصاری، متّصل اللہ والی مسجد

زیتون پورہ، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

(ص:۳۸ کا بقیہ)........

پاکستان میں پشاور میں معصوم بچوں کا قتل اور آئے دن اس قسم کے وحشیانہ، مجرمانہ اور غیر انسانی واردات کے پیچھے تحریک طالبان پاکستان سے جڑے فضلائے مدارس کا ہاتھ ہونا اس تلخ حقیقت کی دلیل ہے۔

اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ طالبان کے شدت پسند اور دقیانوسی مبلغین پاکستان کے دیوبندی اور اہل حدیثی مدارس کی پیداوار ہیں۔ اگرچہ دیگر سنی مدارس میں بھی کم و بیش یہی نصاب مروج ہے، مگر ان کے فارغین کا کسی بھی دہشت گردانہ واقعہ میں کبھی کوئی رول نظر نہیں آیا۔ ظاہر ہے کہ وہابی مدارس میں انہیں انتہا پسندانہ نقطۂ نظر سے اسلامی درسیات کی تشریح اور تفہیم کرنے کی تعلیم دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فارغ التحصیل علما اور طلبہ اسلام کے پیغام امن و سلامتی کی وکالت کرنے کے بجائے مذہبی منافرت اور انتہائی درجہ کی عدم رواداری کی تبلیغ کرنے والے بن گئے۔ اس قسم کی نظریہ سازی میں ملوث اکثر پاکستانی مدارس ایک خاص مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو کھل کر مذہبی بنیاد پرستی اور سماجی تشدد کی تعلیم دیتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق تقریباً ۸۰ فیصد پاکستانی مدارس میں جہاد کے نام پر پرتشدد واقعات کا جواز پیش کرنے والی کتابیں رائج ہیں۔ خود پاکستانی مبصرین کا ماننا ہے کہ پاکستان میں اس گروہ کے مدارس ہندوستان اور خاص طور پر جموں و کشمیر میں حکومت کے خلاف لڑنے کے لئے جہادیوں کو پیدا کرتے ہیں۔

مسلم ممالک کے ہر حصے میں آج انتہا پسند مدارس و مکاتب جہادیوں کو مضبوط بنیادیں فراہم کر رہے ہیں۔ بیشتر حصوں میں وہابی مدارس ہی ایسے واحد ادارے ہیں جو سادہ لوح مسلم نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ ان نوجوان طلبائے مدارس کو مسلسل سخت گیری اور مذہبی منافرت پھیلانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان کے نصاب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے موروثی دین اور روایتی روحانی اسلام کا صفایا کر کے اس کی جگہ ایک غیر معتدل، متشدد، انتہا پسند، علیحدگی پسند اور دقیانوسی اسلام کا قیام کرنا ہے۔ ☆☆☆

آئینۂ وطن

کیا مذہبی انتہا پسندی

قرآن و حدیث کی غلط تشریح کا نتیجہ؟

غلام رسول دہلوی

مکہ معظمہ میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف منعقد ہونے والی کانفرنس میں
عالمی اسلامی درس گاہ جامعہ ازہر کے سربراہ شیخ الازہر احمد الطیب کے حالیہ خطاب کا تجزیہ

عالم اسلام سے موصول ہونے والی حیرت انگیز خبروں اور خوش آئند اقدامات میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کی عالمی اسلامی درسگاہ جامعہ ازہر کے سربراہ شیخ الازہر احمد الطیب نے مسلم ممالک میں بڑھتی ہوئی مذہبی انتہا پسندی پر قدغن لگانے کے لیے اسلامی درسیات میں بنیادی اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ مکہ معظمہ میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف منعقد ہونے والی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے شیخ احمد الطیب نے واضح کیا ہے کہ قرآن و سنت کی غلط تشریح کی وجہ سے انتہا پسندی پھیل رہی ہے اور اسی غلط تفہیم کی وجہ سے عدم برداشت میں اضافہ ہورہا ہے۔ شیخ احمد الطیب نے کہا کہ 'یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن و حدیث کی غلط تشریحات نے ہمیشہ مذہب اسلام کی ایک عدم رواداران ترجمانی پیش کی ہے'۔ اس طرح موصوف نے مسلم ممالک میں دہشت گردانہ واقعات کو انتہا پسندانہ مذہبی نظریات کی پیداوار قرآن و حدیث کی "غلط تشریحات" کا نتیجہ قرار دیا اور علماء دین سے مطالبہ کیا کہ قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ کی از سر نو تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے امن عالم، بھائی چارے اور ایک دوسرے کو قبول کرنے کے پیغام کو عام کریں۔

جامع الازہر کے خطیب اعظم اور ایک عظیم اسلامی اسکالر کی حیثیت سے موصوف کا اسلامی مدارس کے نصاب میں اصلاح کا مطالبہ کرنا یقینا ایک خوش آئند علامت ہے۔ اگر شیخ الازہر مذہبی انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کے خلاف بولتے ہیں، جیسا کہ وہ اکثر کرتے ہیں، تو وہ مرکزی دھارے میں شامل مسلمانانِ عالم کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لیے کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے اسلامی تعلیمی مرکز کے سربراہ ہیں۔ ان کے بیانات سے ان انتہا پسندانہ خیالات و نظریات کی تردید ہوتی ہے جن کی جڑیں دنیا بھر میں اکثر متشدد وہابی یا وہابیت زدہ مدارس کے نصاب میں مضبوط ہیں۔ تاہم، ایسا لگتا ہے کہ مدارس میں مؤثر اصلاحات اعتدال پسند مسلمانوں کے لئے ایک بہت ہی مشکل ترین کام ثابت ہونے والا ہے۔ اس لیے کہ پوری دنیا میں زیادہ تر وہابی علماء مدارس کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ وہ مدارس کے نصاب تعلیم میں اصلاحات کی زبردست مخالفت کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں لگتا ہے کہ ایسی کوئی بھی کوشش ان کے اعتقادی اثر و رسوخ میں دخل اندازی کرنے کے مترادف ہے۔ بہر حال، اب وقت آگیا ہے کہ اعتدال پسند اسلامی علما اپنے مدارس میں جدید نافع اور قدیم صالح کا التزام کر کے اور موجودہ مذہبی درسیات میں اسلام کے آفاقی اقدار پر زور دے کر ایک اعلیٰ و ارفع نظام و نصاب تعلیم پیش کریں۔

چوں کہ شیخ الازہر نے مذہبی انتہا پسندی کو "قرآن و سنت کی تعلیمات کی غلط تشریحات" کا نتیجہ قرار دیا ہے، اس لئے ہمارے علما کو چاہئے کہ وہ مختلف مدارس میں داخل نصابی کتب اور جملہ درسیات کا معروضی تجزیہ کریں۔ آج نوجوان مسلم طلبا کے ذہنوں میں اسلام کا ایک انتہا پسندانہ، عدم رواداری، متشدد اور علیحدگی پسند تصور پیدا کرنے کے لئے کچھ مدارس میں بعض قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی غلط تشریحات پیش کی جارہی ہیں۔ بالخصوص ان قرآنی آیات اور احادیث کی غلط ترجمانی کی جارہی ہے جن میں قتال، جہاد، خلافت، حاکمیت اللہ اور غلبۂ اسلام جیسے نازک امور کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں راقم الحروف اپنا تجربہ پیش کرسکتا ہے۔ مشرقی یوپی میں واقع ایک سنی صوفی اسلامی ادارہ میں ایک بار میرے زیر درس یہ قرآنی آیت آئی کہ:

"تم نہ سستی کرو اور غمگین نہ ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایمان والے ہو" (3:139)۔

اس آیت کی تفسیر میں میرے استاذ نے جو کہ ایک صوفی سنی مفسر قرآن تھے، انہوں نے مجھے سکھایا کہ اس آیت میں غلبہ اور بالادستی کا ایک مخصوص سیاق وسباق ہے اور اس کا اطلاق بالعموم نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم، اس آیت میں مسلمانوں کو ایک عالمگیر روحانی پیغام بھی دیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ: مسلمان کے اندر کبھی بھی روحانی کمزوری نہیں پیدا ہونی چاہیے اور اگر ان کے ساتھ کچھ غلط ہو جائے تو انہیں ان کے بارے میں فکر مند بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ ایمان، راست بازی اور نیکی و خدا ترسی کی راہ پر چلتے ہیں تو دنیا و آخرت میں انہیں حقیقی کامیابی اور فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس آیت میں اللہ رب العزت کے ساتھ مضبوط تعلق اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کی شرط پر ایک کامیاب زندگی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اگر مسلمان اپنے اندر یہ جوہر پیدا کر لیتے ہیں تو بالآخر کامیابی اور فتح و نصرت ان کے انتظار میں ہے۔ الغرض میرے سنی صوفی مدرسہ میں مجھے اس آیت کے ضمن میں یہی سکھایا گیا تھا۔

لیکن جب مندرجہ بالا قرآنی آیت کی ایک بالکل ہی عجیب و غریب تفسیر پہلے بار میری نگاہوں سے گزری تو میں انتہائی حیران و ششدر ہو گیا۔ اور ایسا تب ہوا جب میں نے اپنے مدرسہ کی زندگی سے باہر قدم رکھا اور یونیورسٹی لائف میں دوسرے مدارس کے فارغ التحصیل کے ساتھ میرا سابقہ پڑا۔ انہوں نے اس آیت کے تعلق سے اپنا یہ عقیدہ پیش کیا کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ ایک مسلمان خواہ وہ کسی بھی حال میں ہو یا کہیں بھی رہتا ہو، اسے ہمیشہ دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کر کے ہی دم لینا چاہئے۔ لہذا، ہر مسلمان کو غلبۂ اسلام، حاکمیت الہ یا دوسرے لفظوں میں زمین پر اسلام کی سیاسی بالادستی قائم کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں اور سرگرم رہنا چاہئے۔ درحقیقت اس قسم کی 'قرآنی آیات کی غلط تشریحات' جن کی طرف شیخ الازہر نے اپنے دہشت گردی مخالف بیان میں اشارہ کیا ہے، آج بعض دینی درسگاہوں کے نصاب و درسیات میں سرایت کرتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس طرح کی اسلام کی سیاسی تعبیر وتشریح کی بنیاد شیخ ابن تیمیہ، ابن عبد الوہاب نجدی اور مولانا مودودی جیسے بنیاد پرست مذہبی نظریہ سازوں نے قائم کی تھی، جن کی تحریر کردہ کتابیں، قرآنی تفاسیر، حدیثی تشریحات اور مختلف اعتقادی کتب ان کے مکاتب فکر سے جڑے مدارس کے نصاب کا حصہ ہیں۔

اسلام کے سیاسی غلبہ کا یہ فلسفہ عصر حاضر کے انتہا پسندوں اور نام نہاد اسلام پسندوں کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ بدنام زمانہ خوارج نے جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا باعث بنے رہے ہیں، ساتویں صدی عیسوی میں اس عقیدے کو اپنایا اور اسلام کے بنیادی اصول کے طور پر اس کی ترویج واشاعت کی۔ اگرچہ مرکزی دھارے میں شامل مسلمانوں نے خارجیوں کے اس نظریے کو مسترد کر دیا تھا، لیکن بعد کے ادوار میں انتہا پسند علما نے خارجی نظریات و معتقدات کو اپنی درسی کتابوں میں شامل کر لیا اور اپنے تعلیمی مراکز اور مدارس میں ان کی ترویج کی۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ استدلال کیا کہ دنیا میں حاکمیت الہ قائم کرنے کے لیے عالمی سطح پر جارحانہ جنگ اور اقدامی جہاد کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ان کی نظر میں اس اقدامی جہاد کی فرضیت اور قطعیت اسلام کے دیگر پانچ ارکان سے کم نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے دیگر تمام بنیادی ارکان کا مقصد ہی مسلمانوں کو اس جہاد کے لیے فوجی تربیت دینا ہے، جیسا کہ مولانا مودودی کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے، جن کی شخصیت اور فکر سیاسی اسلام سے متاثر مدارس کے بے شمار طلبہ اور فارغین کے لیے منبع تحریک ہے۔

انتہا پسندی کے سدباب کے لئے مدارس کی تعلیم میں بنیادی اصلاحات کا شیخ احمد الطیب کا مطالبہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہادی تنظیموں کے لیے بنیاد فراہم کرنے کا جو الزام مدارس پر لگایا گیا، اسے آج مکمل طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی نظریات و معتقدات کی غلط تعبیر وتشریح کو مسلم نوجوانوں میں انتہا پسندانہ خیالات و نظریات کو فروغ دینے کے لیے کے وہابی مدارس کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ ان مدارس میں اپنے طالب علموں کے ذہنوں میں 'کفار و مشرکین' اور 'مبتدعین' کے نام پر تمام غیر مسلموں اور غیر وہابی مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کے بیج بوئے گئے۔ اس لئے ان مدارس کے بعض فارغ التحصیل طلبہ فکری و نظریاتی طور پر گمراہ ہو کر یہ عقیدہ قائم کر لیتے ہیں کہ ان 'کفار و مشرکین' اور 'مبتدعین' کو کوئی بھی نقصان پہنچانا ایک کار ثواب اور باعث اجر عمل ہے۔..... (باقی، ص:۳۶ پر)

فکر و نظر

لو میرج—اسباب و اثرات

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم ارباب قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مئی ۲۰۱۵ء کا عنوان — دہلی اسٹیٹ حکومت اپنے طے شدہ مقاصد میں کامیاب ہے یا نہیں؟

جون ۲۰۱۵ء کا عنوان — رمضان المبارک عبادت و ریاضت کا مقدس مہینہ

انٹرنیٹ اور موبائل نے لو میرج کو کافی فروغ بخشا ہے

محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف sajid.misbahi@gmail.com

لو میرج کا زہر ہمارے معاشرے میں تیزی کے ساتھ سرایت کرتا جا رہا ہے۔ دین سے دوری اور سماجی بے راہ روی نے ہمیں اسلامی تہذیب و اقدار سے بہت دور کر دیا ہے۔ اسلامی معاشرے کی بیٹیاں بھی غیروں کی طرح عشق و محبت کے جال میں پھنس کر اپنی اور اپنے خاندان کی عزت و وقار کو ملیامیٹ کر رہی ہیں اور اللہ و رسول کی نافرمانی کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتیں۔ دراصل اسلامی تہذیب و ثقافت کو چھوڑ کر ہم نے جدید تہذیب (Modren Cultuer) کو اپنا لیا ہے، جس کلچر میں صنفِ نازک کے لیے نہ کوئی قید و بند ہے اور نہ شرم و حیا کا کوئی پاس و لحاظ۔ اس کلچر کے مطابق لڑکیوں کا آزاد گھومنا پھرنا، اجنبی مردوں کی باہوں میں باہیں ڈال کر سیر سپاٹے سے لطف اندوز ہونا، نئے نئے دوست بنا کر ان سے تعلق قائم کرنا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ یہ ایک طرح سے اپ ٹوڈیٹ (Uptodate) ہونے کی علامت ہے، بدقسمتی سے مسلم سماج کے ایک بڑے طبقے نے بھی اس کلچر کو معیار زندگی سمجھ کر فخریہ طور پر اپنا لیا ہے۔

ایسے سماج کی بیٹیاں پہلے فرینڈ شپ (Friendship) کا کھیل کھیلتی ہیں پھر عشق و محبت کی شاہ راہ سے گزرتے ہوئے لو میرج (Love Marraige) تک جا پہنچتی ہیں۔ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو اپنی پسند کی شادی کا اختیار دیا ہے، لیکن اس کے لیے حد اور طریقہ متعیّن ہے، پسند کی شادی کے نام پر عشق و معاشقہ، اجنبی لڑکوں کے ساتھ بے محابا میل ملاپ کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔ آج لو میرج کی وجہ سے بہت سارے خاندانوں کا چین و سکون ختم ہو گیا ہے۔ والدین دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، مشاہدات بتاتے ہیں کہ ایسی شادیوں کا انجام ٹھیک نہیں ہوتا، شادی سے پہلے جیسی محبت شادی کے بعد باقی نہیں رہتی، بسا اوقات نااتفاقی اس حد تک بڑھتی ہے کہ طلاق، خلع اور کیس مقدمے کی نوبت بھی آجاتی ہے، والدین اور اہلِ خاندان کی ذلت و رسوائی اس پر مستزاد۔ ذیل کی سطور میں معاشرے میں تیزی کے ساتھ لو میرج کی لعنت کے فروغ پانے کے اسباب اور اس کے تدارک کے طریقوں پر گفتگو کی گئی ہے۔

لومیرج کے اسباب:

دینی تربیت سے محرومی: بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے ساتھ ان کی عمدہ تربیت بھی ضروری ہے، آج ہم اپنے بچوں کو کسی نہ کسی طرح تعلیم تو دلوا دیتے ہیں لیکن ان کی تربیت کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بچے دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی معلومات بھی حاصل کر لیتے ہیں لیکن ان کی سوچ، مزاج عادات اسلامی نہیں ہو پاتیں، وہ اپنے آپ کو اسلام کے رنگ میں نہیں رنگ پاتے۔

بچوں کی صحیح تربیت کے لیے والدین کا ان سے رابطے میں رہنا نیز ان کی ہر سرگرمی پر نظر رکھنا از حد ضروری ہے، رابطے ہی سے بچوں کی نفسیات سمجھنے اور اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ بچے کیا کر رہے، کہاں جا رہے ہیں، کیا دیکھتے ہیں، کیا سنتے ہیں، ان کے دوست کیسے ہیں؟ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی عادتیں بگڑنے لگتی ہیں، والدین کا خوف و رعب ان کے دل سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ اپنی مرضی کے مطابق ہر وہ کام کرتے ہیں جو انہیں اچھا لگتا ہے۔ بچے گھر میں ہوں یا گھر کے باہر ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا ضروری ہے، یہاں تک کہ ان کے کھیلوں، ان کے زیر مطالعہ کتب ورسائل، ان کی سہیلیوں اور دوستوں پر کڑی نگاہ ہونی چاہیے۔

مخلوط نظامِ تعلیم: مخلوط طرزِ تعلیم لومیرج کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ نئے نئے نوجوانوں سے ملنے، نئے نئے عہد و پیمان کرنے اور دنیا کی نئی ہوا سے آشنا ہونے کے مواقع یہیں فراہم ہوتے ہیں، یہیں سے نگاہوں سے دلوں تک کے فاصلے طے ہوتے ہیں، اور عشق محبت کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ اسلام نے اجنبیہ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا حرام قرار دیا: فرمایا گیا:

فاالعینان زناھما النظر، والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام ، والید زناھا البطش اھ.

آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا کلام کرنا ہے اور ہاتھ کا گرفت ہے الخ۔

اس نظامِ تعلیم میں آنکھ، دل، زبان، کان وغیرہ کو روزانہ کتنے ایسے مواقع میسر آتے ہیں جس میں وہ اس حدیث پاک سے مطابق گناہ گار ہو کر راہ راست سے پھسل جاتے ہیں، رفتہ رفتہ دل و نگاہ کی یہ سرگرمیاں عروج پاتی ہیں اور معاملہ گھر والوں سے بغاوت اور لومیرج تک پہنچ جاتا ہے۔

اس ضمن میں ایک بُرائی یہ بھی ہے کہ ہماری تعلیم گاہوں میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ایک بڑی تعداد مرد اساتذہ کی ہوتی ہے، بالغ لڑکیاں ان غیر محرم اساتذہ کے سامنے بے پردہ ہوتی ہیں، اسکول کالج اور یونی ورسٹیز کے اساتذہ کا اپنی شاگردہ کے ساتھ عشق و محبت اور لومیرج کی داستانیں آئے دن اخبار کی زینت بنتی ہیں۔ اسلام میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

انٹرنیٹ اور سیل فون: سیل فون اور انٹرنیٹ ادھر چند سالوں میں بہت تیزی کے ساتھ ہمارے سماج میں داخل ہو چکا ہے۔ گھر کے تمام افراد کے ہاتھ میں موبائل ہے، یہاں تک کے گھر کی خواتین اور دوشیزائیں بھی اس وبا سے محفوظ نہیں، موبائل کے سستے کال اور کمپیوٹر پر انٹرنیٹ کنکشن نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ انٹرنیٹ پر چیٹنگ کا رواج ایک طرح کا فیشن بن چکا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ اب شریف گھرانے کی لڑکیاں بھی بند کمرے میں اپنے معاشقہ کو بآسانی فروغ دے سکتی ہیں اور دے رہی ہیں۔ یہیں سے دوستی کا سلسلہ چلتا ہے، یہیں سے جوڑے تلاشے جاتے ہیں، یہیں رشتے طے ہوتے ہیں اور پھر نوبت لومیرج تک پہنچتی ہے۔

سیل فون کے ذریعہ لڑکے، لڑکیوں کا معاشقہ آسان ہو گیا ہے، پیغامِ محبت کی ترسیل کے لیے اب نہ تو ڈاک لفافے کی ضرورت ہے نہ ہی کسی قاصد کی۔ فون پر رابطہ ہوتا ہے، ملاقات کی جگہیں طے ہوتی ہیں، اور ایک دوسرے کو پیش آنے والے خطرات سے بھی آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ موبائل کے سبب گھر والوں کی نگاہوں سے بچ بچا کر عاشق و معشوق کا آپسی رابطہ کوئی مشکل کام نہیں۔ بلکہ والدین کی ذرا سی بے توجہی بچوں کو مزید سہولت فراہم کر دیتی ہے اور گھنٹوں آپس میں بات کرنا ان کے روزانہ کا کھیل ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ انٹرنیٹ اور سیل فون نے بھی فروغِ عشق اور "محبت کی شادی" کو آسان بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

شادی میں تاخیر: لومیرج کے اسباب میں سے ایک اہم سبب تاخیر سے شادی کرنا بھی ہے، بچے بالغ ہو جائیں تو والدین ان کی شادی کا انتظام کریں یہ والدین کا فریضہ ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں غیر ضروری چیزوں کے انتظار میں شادی میں تاخیر کرنا عام بات ہے، کبھی ملازمت کے انتظار میں تو کبھی اچھے گھر خاندان کے رشتے کے انتظار میں

والدین اپنے بچوں کی شادی میں تاخیر کرتے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش اور تنگ نظر والدین صرف یہ سوچ کر اپنے لڑکوں کی شادی نہیں کرتے کہ ابھی ان کی کمائی سے فائدہ حاصل کرنے کا زمانہ ہے، شادی ہوجانے کے بعد اس کی کمائی سے ہاتھ دھونا ہوگا، گھر میں بہو آجائے گی تو بیٹے پر اس کا تسلط ہوگا، لہذا جب تک ہو سکے شادی میں تاخیر کی جائے، لیکن اس کے مضر اثرات تک ان کی کوتاہ نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکا اپنے والدین کے اس رویے سے عاجز ہوکر اپنی دنیا خود ہی بسانے کا انتظام کرلیتا ہے۔

تدارک: اسلامی شہزادیوں کی عفت وعصمت کے تحفظ اور لو میرج کی وبا سے نجات کا صرف ایک ذریعہ ہے، وہ ہے اسلامی نظامِ حیات اور اسلامی طرزِ زندگی۔ اسلام کے اوامر ونواہی میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اسلامی شریعت میں خاص طور سے عورتوں کے لیے زندگی کے قدم قدم پر بڑے واضح اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ذیل میں ہم صنفِ نازک کے لیے اسلام کے چندر ہنما اصول اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، کہ اگر ان اصولوں پر عمل در آمد کر لیا جائے تو اس لعنت کا خاتمہ ممکن ہے۔

شرم وحیا: حیا صنفِ نازک کا خاص وصف ہے، اور نسوانی صفات کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، حیا انہیں بے شرمی اور گناہ کی باتوں سے روکتی ہے، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"الحیاء لا یاتی الا بخیر" حیا خیر کا باعث ہوتی ہے۔ جو لڑکیاں عشق ومحبت کی وادیوں کی سیر کرتی ہیں، وہ پہلے حیا کے تقاضوں کو پامال کرڈالتی ہیں۔ باحیا بیٹیاں کبھی بھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتیں جو اس کے اور اس کے خاندان کے لیے رسوائی کا باعث ہو۔

تحفظِ نگاہ: اسلامی نظامِ حیات میں نگاہوں کی حفاظت کی خاص تاکید کی گئی ہے، خاص طور اسلامی خواتین کے تعلق سے فرمایا گیا: یغضضن من ابصارھن، عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ کیوں کہ نگاہ دل کے لیے قاصد کا کام کرتی ہے، نگاہوں کا تیر دل میں پیوست ہوکر اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح نگاہوں کے انتخاب کو حاصل کرلیا جائے۔ اس لیے نگاہوں کی حفاظت کے ذریعہ معاشقہ اور لو میرج کی آفت پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

غیر محرم سے ہم کلامی سے بچنا: غیر محرم کے ساتھ بغیر شدید ضرورت کے ہم کلامی کو شریعت نے ناجائز قرار دیا، لو میرج کے شکار نوجوان اس گناہ کے بھی بار بار مرتکب ہوتے ہیں بلکہ لو (Love) کے بعد میرج (Marraige) تک نوبت باہمی گفتگو ہی کے ذریعہ پہنچتی ہے۔ آج کل سیل فون اور انٹرنیت کی سہولیات نے مزید آسانیاں پیدا کردی ہیں، باہمی گفتگو کے ذریعہ عہد وپیمان ہوتا ہے، منصوبے بنتے ہیں، وقت اور جگہ کی تعیین ہوتی پھر منصوبے پر عمل در آمد کیا جاتا ہے۔ پہلے لوگ اپنے بچوں کو گھروں میں دیکھ کر سکون محسوس کرتے تھے، اور انہیں محفوظ تصور کرتے تھے لیکن آج گھر کی چہار دیواری میں قید ہونے کے باجود عاشقوں کو فروغ عشق میں کسی پریشانی کا سامنا نہیں ہے۔

لو میرج کی آفت سے معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لیے لڑکیوں کو حجاب کا عادی بنایا جائے، انہیں غیر محرموں سے تنہائی میں ملاقات کے مواقع نہ فراہم کیے جائیں، تنگ وچست لباس کے استعمال سے روکا جائے، مخلوط نظام تعلیم اور ایسی ملازمتوں سے دور رکھا جائے جہاں مردوزن کا اختلاط ہو اور ان تمام راستوں کو بند کردیا جائے جو لو میرج کی شاہراہ تک پہنچاتے ہیں۔ ☆☆☆

مردوزن کے آزادانہ اختلاط کا انسداد ہی مسئلے کا حل

محمد عابد چشتی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف abid.chishti@rediffmail.com

نسل انسانی کی بقا اور تحفظ کی خاطر فطرت نے مرد وعورت کے درمیان مقناطیسیت اور صنفی کشش کو ودیعت کیا اور لذت وسرور کی اس کیفیت سے آشنا کیا جس کے حصول کے لیے فریقین ایک دوسرے کے محتاج ہیں شادی اور نکاح در اصل اسی احتیاج اور ضرورت کو پورا کرنے کا محفوظ اور باعزت راستہ ہے جس کا رواج ہر قوم میں صدیوں سے چلا آرہا ہے خواہ وہ آسمانی پیغام کی حامل قومیں ہوں یا پھر وہ قومیں جن تک آسمانی پیغام پہنچا ہی نہیں مگر نکاح صرف حصول لذت کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے توسط سے دو اجنبی دلوں میں

محبت اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، دو غیر مربوط خاندانوں میں ربط و تعلق کا سلسلہ بڑھتا ہے اور یوں معاشرہ میں محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔

جہاں ایک طرف رسم نکاح مذکورہ نتائج پر منتج ہوتی ہے وہیں دوسری طرف کبھی کبھی یہی نکاح اور شادی دو خاندانوں میں نفرت کا سبب بن جاتی ہے جبکہ لڑکا یا لڑکی دونوں مختلف المزاج ہوں اور دونوں میں مادۂ برداشت کا فقدان ہو اس معاملہ میں اگر لڑکا غالب آتا ہے تو لڑکی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا ہے اور نامناسب اذیت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اگر لڑکی زیادہ چالاک ہوتی ہے تو پھر لڑکے پر طرح طرح سے دباؤ بناتی ہے اور اسے غیر مناسب اقدام پر مجبور کر دیتی ہے مثلا تنہا رہنا، والدین کے ساتھ نہ رہنا یا پھر گھر جمائی بن کر رہنا وغیرہ وغیرہ پیشگی طور پر ان نتائج سے بچنے کے لیے ضروری تھا کہ فریقین کے مزاج کا پتہ لگایا جائے تاکہ اسی انداز میں آگے قدم بڑھایا جائے مغربی دنیا میں " مزاج شناسی " کے اسی مقصد کے لیے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مہینوں بلکہ سال سال بھر آزادانہ تعلقات بناتے ہیں ، گھومتے پھرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قریب سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں اگر اس بیچ تال میل بیٹھتا ہے تو پھر دونوں رشتۂ ازدواجی میں ؛منسلک ہو جاتے ہیں اسی کا نام وہ " لو میرج " رکھتے ہیں چونکہ اس درمیان دونوں ایک دوسرے کو چاہنے اور محبت کرنے لگتے ہیں اسی لیے اسے " لو میرج " یعنی محبت کی شای کا نام دیا گیا۔ اب دھیرے دھیرے یہ رسم ہندوستان سمیت پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور پڑھی لکھی سوسائٹی میں اکثر لڑکیوں کو لو میرج کا بھوت سوار ہے جس کے جواز کے لے ان کی دلیل بھی یہی ہے کہ

" مجھے نہیں معلوم کہ جو لڑکا صرف ایک دن کے لیے مجھے دیکھنے آیا ہے وہ اخلاقی لحاظ سے کیسا ہے اس لیے کہ ایک دو دن تو بتکلف وہ اپنے کو اچھا بنا کر پیش کرے گا ہی اس لے میں لو میرج کروں گی تاکہ اپنے ہم سفر کو اچھی طرح پرکھ لوں مسئلہ زندگی بھر کا ہے "

" مزاج شناسی " کی اس ذہنیت نے زیادہ تر پڑھی لکھی سوسائٹی میں " لو میرج " کو بڑھاوا دیا ہے اور اسی منطق کے پیش نظر سماج بھی کچھ کہنے اور بولنے سے ہچکچاتا ہے اس کے علاوہ لو میرج کے جتنے اسباب ہیں وہ سب اسی ذہنیت کے تکمیلی مراحل ہیں مثلا مخلوط تعلیمی نظام جہاں لڑکا اور لڑکی ایک ہی بینچ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں مرد و عورتوں کا زندگی کے دیگر شعبوں میں آزادانہ اختلاط اور مسلم سماج کے تناظر میں دیکھا جائے تو بے پردگی، اور گھروں میں اسلامی ماحول کے فقدان کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے جب دو جوان دلوں کی نگاہیں چار ہوں گی تو عشق کی ابتدا ہوگی ہی جو آگے چل کر " لو میرج "میں تبدیل ہو جاتا ہے حاصل کلام یہ کہ مردوں اور عوروں کے اختلاط نے بھی " لو میرج " کو بڑھانے میں تیل کا کام کیا ہے

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو " لو میرج "،قطعی معیوب اور ناپسند نہیں ہے، اگر اس کا مفہوم صرف اتنا لیا جائے کہ " جس لڑکی یا لڑکے سے محبت ہو (بایں طور کہ کبھی بلا ارادہ اس پر نظر پڑی ہو اور محبت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگے ہوں)اس سے نکاح کرنا " اسلام پوری اجازت دیتا ہے کہ آپ اسے نکاح کا پیغام بھیجیں اور شادی کر لیں اس میں قباحت کی کوئی بات نہیں ہے۔ بات صرف اس حد تک تو درست ہے مگر " لو میرج " کا اگر مفہوم یہ لیا جائے جو آجکل عملی طور پر پیش کیا جاص رہا ہے کہ لڑکی اور لڑکا کمر میں ہاتھ ڈالے ہوٹلوں اور کلبوں میں موج مستی کریں، غیر شادی شدہ جوڑے شہر کی پارکوں میں سورج غروب ہونے کے بعد بوس و کنار کرتے گھومیں، پارٹیوں میں شباب و کباب کی محفلیں برپا کریں، شراب پی کر رقص کریں، سال سال بھر ایک دوسرے کے جسمانی قربت سے محظوظ ہوں اور پھر برائے نام شادی کے بندھن میں بندھ جائیں تو ایسی " لو میرج " اسلامی نقطۂ نظر سے غلط ہے ہی ساتھ ہی ساتھ معاشرہ کی تباہی و بربادی اور اسے غلط راستے پر لے جانے کا ذریعہ بھی ہے جس کا سد باب بہت جلد ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ " لو میرج " کے مذکورہ عملی تصور سے کئی اخلاقی اور سماجی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ نوجوان نسل کے دلوں سے اپنے بڑوں کی رائے کا احترام اٹھتا جا رہا ہے اور یہ چیز خاص طور سے والدین کے لیے باعث تکلیف ہے جس اولاد کو پورے خلوص و محنت کے ساتھ پال پوس کر بڑا کیا بچپن سے لیکر جوانی تک اس کے لیے ہمیشہ بہتر سوچا اور ہر اعتبار سے اس کے مستقبل کو درخشندہ بنانے کے لیے ہزاروں پریشانیوں کو مسکرا کر جھیلا مگر جب یہی والدین اپنی پیاری بیٹی کے لیے مناسب رشتہ تلاش کرتے ہیں خاندانی بیک گراؤنڈ، لڑکے کے عادات

واطوار، تجارت وکاروبار یہاں تک کہ دور دور تک کے رشتہ داروں کا بایو ڈاٹا جمع کر لیتے ہیں اور جاسوس کی طرح ہر معاملہ کی چھان بین کر کے تب اپنی بچی کا رشتہ طے کرتے ہیں اس وقت یہ بچیاں ناک بھوں چڑھاتے ہوئے یہ کہہ کر اس رشتہ کو ٹھکرا دیتی ہیں کہ " زندگی مجھے گزارنا ہے والدین کو اس میں دخل دینے کر ضرورت نہیں ہے ہم خود ہی اچھا لڑکا تلاش کر لیں گے " اس لیے کہ فلمیں دیکھ دیکھ کر " لو میرج " کا خمار بری طرح ان پر مسلط ہوتا ہے اور وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ حقیقی زندگی اور پردہ سیمی کی زندگی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین وآسمان میں ہے " لو میرج " صرف فلموں میں ہی اچھی لگتی ہے حقیقی زندگی میں یہ کارنامہ اکثر برے اور خوفناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے نیز تجربات کی روشنی میں یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ " رسمی شادیاں " جتنی کامیابی سے گزرتی ہیں " لو میرج " اتنی کامیاب نہیں ہوتی ہے نتیجہ اکثر تکرار، طلاق، اور قتل وغیرہ کی نوبت آ جاتی ہے

دوسری خرابی " لو میرج " کی بالکل کھلی اور ظاہر ہے یعنی بے حیائی کا فروغ اور جنسیات کی زیادتی اس لیے کہ اس مزاج کے لڑکے لڑکیاں شادی سے پہلے ہی وہ سب کر ڈالتے ہیں جو انہیں شادی کے بعد کرنا چاہیے۔ آپ شہروں میں بنے پارکوں میں چلے جائیے وہاں شریف انسانوں کو کھل کر سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے جہاں یہی نوجوان جوڑے " مزاج شناسی " کی آڑ میں اپنی حدوں سے تجاوز کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں جس سے ماحول پراگندہ ہوتا ہے نیز اسے دیکھ کر وہ لڑکے اور لڑکیاں جو ابھی تک اپنے دامن عفت کو بچائے رہتے ہیں وہ بھی "عشق مجازی کی تباہ کاریوں " کے شکار ہو جاتے ہیں۔ حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ خود پٹنہ ہائی کورٹ کو یہ تلخ تبصرہ کرنا پڑا کہ:

" لڑکیاں گھروں سے اسکول اور کالج کے بہانے نکلتی ہیں اور چلی جاتی ہیں پارکوں میں، سردی ہو یا گرمی، دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام لڑکیاں چہرہ ڈھک کر کاندھے پر بیگ لٹکائے پارکوں میں نظر آتی ہیں حالات اس حد تک خراب ہو گئے ہیں کہ فیملی کے ساتھ پارکوں میں جانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ "(انقلاب ۱۲ مارچ ۲۰۱۵)

"لو میرج " کے سدباب کے لیے سب سے پہلے ہمیں اس ذہنیت کو بدلنا ہوگا کہ شادی سے پہلے لڑکے کے مزاج کو جاننے کے لیے خود لڑکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ دن گزارے ورنہ کہیں معاملہ بگڑ نہ جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو لڑکا ایک دن کے لیے آپ کے گھر آیا یہ بات صحیح ہے کہ وہ ہر جہت سے خود کو اچھا پیش کرے گا مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اگر کوئی لڑکا کئی مہینے ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ رہے تو وہ اپنی حقیقی خرابیوں کو بالکل کھول کر رکھ دے گا۔ اگر چھپانا ہی ہے تو کسی چیز کو سالوں سال تک چھپایا جا سکتا ہے اس لیے ایک دن اور مہینہ بھر کی قید کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

'نفس کی خباثت سالہا سال معلوم نہیں ہوتی ہے "

یہ منطق عقل وخرد سے باہر ہے کہ چند سال ساتھ رہنے سے اس کی اندرونی خرابیاں یا مزاج کا پتہ چل ہی جائیگا اگر واقعی لڑکے کی نگاہ لڑکی پر ہے اور وہ کسی بھی طرح اس سے شادی کا خواہش مند ہے تو ایک سال نہیں دس سال ساتھ رہنے پر بھی وہ اپنی خرابیوں کا اظہار نہیں کر سکتا ہاں اس کا اصل چہرہ تو شادی کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے لہذا اس سوچ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے لڑکے یا اس کے خاندان والوں کے مزاج کو جاننے کے لیے محبت کرنے اور گل چھرے اڑانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کام دوسرے طریقوں سے بھی انجام دیا جا سکتا ہے

اسی کے ساتھ ساتھ مسلم سماج اگر اس لعنت سے دور رہنا چاہے تو اس کے پاس پردے جیسی عظیم نعمت موجود ہے مگر افسوس آج مسلم سماج میں پردے کا رواج گھٹتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے مسلم لڑکیاں غیروں کی دیکھا دیکھی غلط راہ پر جا رہی ہیں۔ آئے دن ہم اپنے گرد و پیش میں مسلم لڑکیوں کے گھروں سے بھاگ جانے اور اپنے عاشق کے ساتھ کورٹ میرج کرنے کی وارداتیں سنتے رہتے ہیں۔ یہ سب پردے کا اہتمام نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ حاصل کلام یہ کہ نہ صرف مسلم سماج بلکہ جو قوم اپنے درمیان سے " لو میرج " اور اس کے پس منظر و پیش منظر اور خطرناک نتائج سے بچنا چاہے وہ پردے کا اہتمام کریں اور مرد عورت کے آزادانہ اختلاط پر قدغن لگائیں۔ سوچ میں تبدیلی لائیں " لو میرج " کی وارداتیں مناسب حد تک کم ہو جائیں گی اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے ☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب	:	مناقبِ رزاقیہ
مصنف	:	مولانا نظام الدین فرنگی محلہ، بانی درس نظامی
مترجم	:	ڈاکٹر مولانا محمد عاصم اعظمی
صفحات	:	۱۱۲
قیمت	:	درج نہیں
ناشر	:	مسعودیہ رضویہ دار التحقیق، بہرائچ (یوپی)
مبصر	:	ڈاکٹر عبد الرشید ظہیری

کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں کتاب منتقل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مترجم کو ان زبانوں پر عبور کے ساتھ اس کے مزاج، صرفی، نحوی، عوامل، لسانی امتیازات ، سیاسی، سماجی اور مذہبی پس منظر سے واقفیت ہو، وہ باذوق ہو، وسیع مطالعہ رکھتا ہو اگر تصوف سے متعلق ہے تو اس کے تعلقات و اصطلاحات کا عرفان ہو، اس کے مزاج سے ہم آہنگی ہو تاکہ مصنف کے مافی الضمیر تک پہونچے اور اس کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کرنے میں آسانی ہو۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک نمایاں شخصیت ڈاکٹر مولانا محمد عاصم اعظمی کی ہے۔ یہ قصبہ گھوسی ضلع مئو اترپردیش کے ایک مستند مدرسہ شمس العلوم کے شیخ الحدیث، بہترین فارسی داں اور صوفیانہ مزاج کے حامل دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں جس میں تذکرہ، مشائخ عظام، حدیث نبوی کے اردو تراجم، اردو ترجمہ تذکرہ شورش، اردو ترجمہ منتخب اللغات قابل ذکر ہیں

اہم بات یہ ہے کہ بحر زخار (فارسی) مصنفہ مولانا وجیہ الدین گوپامئوی ثم لکھنوی جس کے اندر ہندی الاصل تین ہزار تین سو اولیاے کرام و علماے عظام کے حالات و خدمات مندرج ہیں اس کے قلمی نسخے چند لوگوں تک محدود تھے۔ یہ تذکرہ کتاب تذکرہ نگاروں کے لئے معتبر حوالے کی حیثیت رکھتی ہے بڑی مشکل سے موصوف نے قلمی نسخوں کی زیراکس کاپی حاصل کی۔ اور آج کل اس کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں۔ آج کل شاذ و نادر ہی لوگ ملیں گے جو خط شکستہ، بغیر نقطہ والے فرسودہ کاغذات پر لکھے ہوئے فارسی مخطوطات کو پڑھنے اور صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ مخطوطات شناسی ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ یہ انتہائی مشکل کام ہے۔

پیش نظر کتاب "مناقب رزاقیہ" بزبان فارسی ملا نظام الدین فرنگی محلی (بانی درس نظامی) نے اپنے شیخ حضرت عبد الرزاق بانسوی (ضلع بارہ بنکی) کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ یہ کتاب کمیاب تھی۔ بقول مترجم:

سو سال پرانی مطبوعہ کتاب کی فوٹو کاپی کا پڑھنا از بس دشوار تھا کہنگی کے سبب بعض الفاظ اڑ گئے ہیں جگہ جگہ سے حروف، نقطے، شوشے، غائب، بعض الفاظ سیاہی کی زد میں آکر مٹے ہوئے ہیں جن کو سیاق و سباق کے سہارے یا دوسری کتابوں کی مدد سے حل کیا گیا

اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی نے کس قدر محنت و مشقت سے کتاب کا کامیاب ترجمہ کیا۔ اس کے لیے آپ قابل مبارکبا ہیں۔ یہ کتاب چار وصلوں (ابواب) پر مشتمل ہے اس میں علامہ فرنگی محلی نے اپنے مرشد سید عبد الرزاق کی باطنی کیفیات ، روحانی تصرفات اور مختصر حالات کو جس طرح جامع الفاظ میں بیان کیا ہے گویا دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہی اس کتاب کا وصف ہے جہاں بھی مشکل مباحث آئے ہیں ان کی وضاحت مترجم نے کتاب کے آخر میں فٹ نوٹس (حواشی) کے تحت کر دی ہے تاکہ قارئین کو پڑھنے میں دشواری نہ ہو ساتھ ہی ملا نظام الدین فرنگی محلی اور شیخ غلام نقشبند کے حالات پر اجمالی روشنی ڈال دی ہے جس کی بناء پر کتاب کی افادیت مزید اضافہ ہو گیا ہے ترجمہ تحت اللفظ نہیں اور نہ ہی بالکل آزاد ہے مترجم نے مضامین کی ترجمانی الفاظ و عبارت کے اندازے سے کی ہے مگر کہیں روکھا پن اور تنگی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ کتاب کے مضامین پوری وضاحت کے ساتھ قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ کتاب اہل تصوف بالخصوص قادری سلسلہ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے گراں قدر تحفہ ہے۔

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی کسی یونیورسٹی میں پروفیسر کے عہدے پر متمکّن ہوتے تو نہ جانے کتنے انعامات و اعزازات سے نوازے گئے ہوتے۔ اردو کے ادیبوں نے مدارس کے اہل قلم کو ہمیشہ نظر انداز کیا ہے یہ تلخ حقیقت ہے کہ اردو زبان مدارس ہی کی وجہ سے زندہ ہے مدارس نہ ہوتے تو یہ زبان کب کی ختم ہو گئی ہوتی۔ مدارس اور

خانقاہوں کا آپس میں گہرا رشتہ رہا ہے اردو کی روحانی و اخلاقی تربیت خانقاہوں میں ہوئی اور یہیں پروان چڑھی۔ اردو کے بیش تر دانشور خانقاہوں سے وابستہ تھے۔ جن کے ذریعہ سیکڑوں ادبی وعرفانی لٹریچر منصۂ شہود پر آئے۔ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں جو درس و تدریس کی مصروفیات کے باوجود مختلف کتابوں کے تراجم و ترتیب و تدوین کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اسی شب و روز مطالعہ نے آپ کی آنکھوں کو بھی متاثر کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ انھیں صحت یاب رکھے تاکہ ترجمہ بحر زخار کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ ☆☆☆

نام کتاب	:	حدیثِ محبت
شاعر	:	حضرت مولانا شیخ عبدالحمید محمد سالم القادری بدایونی حفظہ اللہ تعالیٰ
صفحات	:	۱۷۶
قیمت	:	درج نہیں
ناشر	:	تاج الفحول اکیڈمی، مولوی محلہ، بدایوں شریف (یوپی)
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

مرشدِ طریقت حضرت مولانا شیخ عبدالحمید سالم القادری بدایونی حفظہ اللہ الباری، زیبِ سجادہ خانقاہ قادریہ، بدایوں شریف اپنے خاندانی اکابر ومشائخ کے علمی و روحانی جانشین ہیں۔ آپ کے عہدِ سجادگی کو ۵۵؍ برس مکمل ہو چکے ہیں۔ اس طویل مدتِ سجادگی میں آپ نے خانقاہ قادریہ اور مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں کو کافی عروج و فروغ بخشا ہے۔ رشدو ہدایت، دعوت وارشاد، وابستگان سلسلہ کی پرسوز اخلاقی وروحانی تربیت اور اپنے خاندانی بزرگوں کے قدیم رسائل وکتب کی از سرِ نو طباعت واشاعت، آپ کی گراں قدر خدمات ہیں جو ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت الشیخ کا ایک تعارف یہ بھی ہے کہ آپ شہیدِ بغداد حضرت مولانا اسید الحق عاصم قادری مرحوم کے والدِ بزرگ وار ہیں۔ شیخ موصوف اخلاق وتقویٰ کے پیکرِ جمیل اور مرشد وصوفی ہونے کے ساتھ ایک قادر الکلام اور پرگو شاعر بھی ہیں۔ تقدیسی شاعری یعنی حمد ونعت اور منقبت نگاری کے میدان میں آپ کا اشہبِ قلم شروع سے برق رفتار رہا ہے۔ فنی قیود ولوازم کی پاس داری کے ساتھ عشقِ رسول ﷺ، عقیدت اولیاے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صوفیانہ مناہج وافکار آپ کے کلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔

جناب محمد عبدالقیوم قادری دام ظلہ کے بقول "عشقِ رسول کی تپش، مدحتِ مصطفےٰ کا شوق، زیارتِ مدینہ کا جذبہ اور نعت گوئی و نعت خوانی کو ذریعۂ نجات یقین کرنے کا شعور، اکابر آستانۂ قادریہ (بدایوں) کا نمایاں وصف رہا ہے۔ تاج دارِ اہلِ سنت حضور صاحبِ سجادہ خانقاہ قادریہ (شیخ الحمید محمد سالم القادری) نے بھی یہ تمام اوصاف اپنے بزرگوں سے ورثے میں پائے ہیں۔ نعت کہنا، نعت سننا، نعت پڑھنا اور ہر وقت ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی لذتوں سے سرشار رہنا، اگر آپ کی زندگی کا نصب العین بن گیا تو آخر اس میں حیرت کی کون سی بات ہے۔" (حدیثِ محبت، ص: ۴۰)

زیرِ نظر کتاب مجموعۂ نعت و مناقب بنام "حدیثِ محبت" آپ کا چوتھا مجموعۂ کلام ہے۔ اس سے قبل آپ کے تین مجموعہ ہائے کلام "نوائے شروس، معراجِ تخیل" اور "مدینے میں" شائع ہو کر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ مقامِ شکر و مسرت ہے کہ تقدیسی شاعری بلفظ دیگر مذہبی شاعری میں اب مجموعۂ نعت کے ساتھ مجموعۂ حمد و مناقب بھی شائع ہونے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ صنفِ سخن کو عروج و کمال بخشے اور دیگر اصنافِ سخن کی طرح "منقبت نگاری" کو بھی ادب میں ایک مستقل صنفِ سخن کی حیثیت سے مقام عطا فرمائے۔

اس مجموعۂ نعت ومناقب میں چند حمد ونعت ہیں اور باقی منقبتیں۔ مناقب کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ شاعرِ بلند اقبال نے شہنشاہِ بغداد حضرت غوثِ پاک شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ بہاء الدین انصاری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شمسِ مارہرہ، حضرت شاہ عین الحق، سرکار نوری میاں رضی اللہ عنہم کے محاسنِ عالیہ اور مناقبِ جلیلہ بشکلِ اشعار بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اندازِ بیان کی شگفتگی، لہجے کا بانکپن، طرز ادا کی دل کشی، برمحل تشبیہات واستعارات اور خوب صورت الفاظ ومحاورات کتاب کی سطر سطر سے نمایاں ہیں۔

مہراج گنج میں ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا محمد قاسم مصباحی صاحب

مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم

نچلول بازار، مہراج گنج (یوپی)

منظومات

حمدِ الٰہی

اس حمد شریف کو چار طرح سے پڑھیے۔
(۱) پورے پورے مصرعے پڑھیے۔
(۲) بریکٹ سے پہلے والے حصے کو بریکیٹ سے ملاکر پڑھیے۔
(۳) بریکیٹ کے بعد والے حصے کو بریکیٹ سے ملاکر پڑھیے۔
(۴) صرف بریکیٹ میں درج جز کو پڑھیے۔

☆☆☆

ہمارے (دلوں کو ضیا دے) الٰہی
سبھی کے (یقیں جگمگا دے) الٰہی
نبی کا (مدینہ دکھا دے) الٰہی
بس اب (مقدر جگا دے) الٰہی
مکرم (نبی کا پسینہ) معطر
کبھی تو (مجھے بھی سنگھا دے) الٰہی
عجب ہے (وہ کیوں رنج جھیلے) کہیں بھی
بہر دم (جو تجھ کو صدا دے) الٰہی
بہت کچھ (پریشاں ہوں میں)کرم کر
ہیں جو کچھ (سبھی غم بھلا دے)الٰہی
حجازی (نبی کی محبت) کا جذبہ
ہمارے (دلوں میں جگا دے) الٰہی
کریماً (تڑپتا ہے صابرؔ) کرم ہو
اِسے پھر (مدینہ دیکھا دے) الٰہی

ڈاکٹر صابر سنبھلی

نعت

مقام اس کا مقامِ عرش پر ہے
کہ جس پر میرے آقا کی نظر ہے
بڑے ہی کام کے ہیں اُس کے آنسو
نبی کے عشق میں جو آنکھ تر ہے
ٹھہر رضواں، کہ یہ جنت نہیں ہے
ادب سے آ، درِ خیر البشر ہے
محمد مصطفٰی کا نام لینا
سکونِ قلب، تسکینِ جگر ہے
غلامِ احمدِ مختار ہوں میں
یہ میری داستانِ مختصر ہے
بھکارے جس کے تخت و تاج والے
رسولِ ہاشمی کا گھر وہ گھر ہے
کرم کی اک نظر فاخرؔ پہ بھی ہو
کہ جینا اب بہت دشوار تر ہے

فاخر جلال پوری

نعت

اک نظر تاج دارِ حرم کیجیے
ہم گنہگار ہیں کچھ کرم کیجیے
سر کے ساتھ اپنے قلب و نظر کی جبیں
بارگاہِ رسالت میں خم کیجیے
عشقِ احمد نہیں ہے تو کیا فائدہ
کچھ بھی اے ناصحِ محترم کیجیے
دل میں حبِ نبی شرطِ ایمان ہے
دل سے حبِ نبی کو نہ کم کیجیے
بے اثر ہر دعا ہو کے رہ جائے گی
چاہے جتنی خدا کی قسم کیجیے
شوقِ دیدارِ طیبہ ہو تو آنکھ میں
پہلے اشکِ ندامت سے نم کیجیے
لب پہ آفاقؔ ہو وردِ صلِ علٰی
جب کبھی ذکرِ شاہِ امم کیجیے

ڈاکٹر آفاق فاخری، جلال پور

رباعیات حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ

اِس دَور میں اُن جیسے کہاں ہیں پیدا
اِس دَور میں اُن جیسے کہاں ہیں پیدا
تھی حافظِ ملت میں یہ خوبی لیکن
تھا قلب میں ڈر اُن کے فقط مولا کا

برہم ہوں کسی بات پہ تجھ سے احباب
کم ہوتا نظر آتا نہ ہو ان کا عتاب
رکھ پیشِ نظر حافظِ ملت کا قول
”ہر ایک مخالفت کا ہے کام جواب“

تھی کیا ہی رَسا حافظِ ملت کی نظر
مومن سے یہ کہتے تھے، ”بس اللہ سے ڈر“
ایمان کی قوت کا دِلاتے احساس
”مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا“ کہہ کر

جس شخص کا مقصد تھا عروجِ اسلام
اس شخص نے عالم کو دیا یہ پیغام
”دنیا کا ہو یا دین کا، کوئی بھی ہو
موقوف ہے صحت پہ یقیناً ہر کام“

کمزور نہیں پڑتا کسی آن کبھی
آندھی، کبھی ہو جاتا ہے طوفان کبھی
اِس بات میں ہے حافظِ ملت کا قول
”بوڑھا نہیں ہوتا ہے مسلمان کبھی“

حق بات کو بہتر ہے بکثرت کہنا
جو بات نہ ہو ٹھیک اسے مت کہنا
اشرفیہ کے محسن نے کیے ہیں وہ کام
ہے اُن کو بجا ”حافظِ ملت“ کہنا.

ڈاکٹر صابر سنبھلی

وفیات

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی
والدۂ محترمہ کا وصال پر ملال

بڑے غم و افسوس کے ساتھ یہ اندوہ ناک خبر نوٹ کی جا رہی ہے کہ ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ /۲۰/ مارچ ۲۰۱۵ء بروز جمعہ ۱۰/ بجے صبح محترمہ آمنہ خاتون علیہا الرحمہ کا وصال پر ملال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر ۸۵/ برس سے زائد ہوگی۔ عام طور پر ان کا قیام شاہ آباد ضلع رام پور میں رہتا تھا اور کبھی کبھی مبارک پور اپنے عزیز فرزند حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کے پاس بھی رہتا تھا۔ چند ماہ قبل ان پر فالج کا اثر ہوا، اس کے فوراً بعد انھیں ڈاکٹر اجے جین کے ہاسپیٹل مراد آباد میں داخل کرایا گیا، وہاں بھی کسی قدر فائدہ ہوا، مگر اس کے بعد بھکین پور، ضلع مراد آباد کے ہاسپیٹل میں ایڈمٹ کیا گیا۔ ابھی انھیں کے زیر علاج تھیں، شفایابی کا سلسلہ بھی کسی قدر آگے بڑھ رہا تھا، مگر ضعف و نقاہت اور درازی عمر کی وجہ سے شفایابی کی رفتار بہت تیز نہیں تھی۔ ۴/ دسمبر ۲۰۱۴ء کو حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی اپنی والدہ ماجدہ کو مبارک پور لے آئے۔ علاج تو بھکین پور ضلع مراد آباد کا ہی چلتا رہا، مزید ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی اور اشرفیہ ہاسپیٹل کے دیگر ڈاکٹرس بھی دیکھتے رہے، مرحومہ کی طبیعت اطمینان بخش تھی۔ قیام و طعام کی الجھنیں بھی بڑی حد تک اپنے میزان پر آگئی تھیں۔ وصال سے چند روز قبل کچھ مزاج بدلنے لگا تھا، ان کے تعلق سے کچھ تشویش تو تھی مگر ایسا خدشہ نہیں تھا کہ وہ اتنی جلد داغ مفارقت دے کر چلی جائیں گی۔

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے اپنی والدہ کے تعلق سے بتایا کہ ہر بیٹے کو اپنی والدہ سے محبت ہوتی ہے مگر ہماری والدہ اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتی تھیں، وہ نیک سیرت، صوم صلاۃ کی پابند اور بلند اخلاق تھیں، ان کی زندگی میں تنگ دستی اور خوش حالی دونوں چیزیں آئیں مگر کبھی ان کی زبان پر حرف شکایت نہیں آیا اور نہ خوش حالی کے دنوں میں غرور و تکبر کی بو دیکھنے میں آئی۔ وہ مضبوط دل و دماغ کی بلند ہمت خاتون تھیں۔ وہ مہمانوں کی خاطر تواضع بھی بھر پور کرتی تھیں۔

حضرت مولانا مصباحی صاحب نے فرمایا کہ ہم تین بھائی اور تین بہن تھے، چند برس قبل ہم سے چھوٹی ایک بہن کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ صاحبِ اولاد تھیں، مولانا نے فرمایا کہ ہمارے والد گرامی عالی جناب خلیل احمد مرحوم کا انتقال ۲۱/ شعبان ۱۴۱۱ھ /۹/ مارچ ۱۹۹۱ء میں ہو گیا تھا۔

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے وصال کے تعلق سے بتایا کہ چند روز سے اماں جی کی بھوک کم ہو گئی تھی، اہلِ خانہ کے اصرار پر دودھ اور بسکٹ وغیرہ کچھ لے لیتی تھیں، روزِ وصال جمعۃ المبارکہ تھا، دوسرے ہی دن سے حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی کا عرس شروع ہونے والا تھا، گذشتہ کئی دن سے عرس کی تیاریاں ہو رہی تھیں، گھر کے سارے لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے، مبلغِ اشرفیہ حضرت مولانا فاروق احمد مصباحی اتفاقیہ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کے پاس آکر بیٹھ گئے، جامعہ اشرفیہ کے تعلق سے گفتگو ہونے لگی، قریب ساڑھے نو بجے تک وہ بیٹھے رہے، ان کے تشریف لے جانے کے بعد اہلِ خانہ نے مولانا مبارک حسین مصباحی سے کہا: آج مخدومہ اماں جی کی کچھ طبیعت غیر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مولانا اٹھ کر اسی وقت اپنی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچے۔ کئی بار آوازیں دیں، جب کوئی جواب نہیں ملا تو گھبرا کر حضرت مفتی زاہد علی سلامی کو ایک بچے کے ذریعہ بلوایا۔ حسنِ اتفاق کہ ان کے پھوپھا جان جناب حاجی محبوب نوری بھی ساتھ میں تشریف لے آئے، جب یہ حضرات بھی محترمہ کو بیدار کرنے کے لیے مجبور ہو گئے تو حضرت سلامی صاحب نے اسی وقت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی کو فون کیا مگر ان کا موبائل بند تھا، اس کے بعد حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کو کال کی، انھیں اماں جی کی نازک حالت کے بارے میں مختصر بتایا اور اسی کے ساتھ جناب ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی کو فون کیا، وہ ہاسپیٹل آنے کی تیاری میں تھے، وہ اسی وقت چند منٹ میں قیام گاہ پر آگئے، انھوں نے چند لمحے دیکھ کر انتہائی افسوس کے ساتھ فرمایا کہ خالہ جان اب ہمیشہ کے لیے جا چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی سب نے پڑھا "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

چند منٹ کے بعد حضرت عزیز ملت دام ظلہ العالی اور مولانا محمد نعیم الدین عزیزی بھی تشریف لے آئے، ان کے علاوہ دیگر

حضرات و خواتین بھی آگئے، قرب و جوار کے علما کے علاوہ صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، الحاج سرفراز احمد ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، الحاج محمد یونس سابق چیئرمین نگرپالیکا مبارک پور، الحاج اعجاز احمد مبارک پوری، الحاج شکیل احمد مبارک پوری، الحاج مجیب الاسلام عزیزی، عالی جناب ڈاکٹر شمیم احمد چیرمین نگرپالیکا مبارک پور، جناب حکیم محمود احمد نعمانی، الحاج قمر الحق، لال چوک، مبارک پور، مولانا محمود احمد مصباحی مبارک پوری وغیرہ کثیر حضرات تشریف لے آئے۔

باہم مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ مرحومہ کی تجہیز وتکفین آج ہی بعد نمازِ عصر مبارک پور میں کر دی جائے، حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی اور دیگر حضرات نے انتہائی عجلت میں سارے کام انجام دیے اور قریب ۴؍ بج کر ۱۵؍ منٹ پر جنازہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے نکلا، علمائے کرام اور طالبانِ علومِ نبویہ کا جمِ غفیر تھا اور دیگر عوام وخواص کا بھی کثیر ہجوم تھا، کاندھا بدلتے ہوئے بڑے سکون سے مرحومہ کا جنازہ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کے گراؤنڈ میں پہنچا، نمازِ عصر کے لیے جامع مسجد میں علما و مشائخ اور دیگر حضرات کا مجمع بھی کثیر ہو گیا تھا۔

نمازِ عصر کے بعد شہزادۂ حافظ ملت حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں مبارک پور اور جامعہ اشرفیہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علما و مشائخ موجود تھے۔ حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی (دہلی)، حضرت علامہ بدر القادری مقیم ہالینڈ، حضرت مولانا نصیر الدین عزیزی، حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا عبد الحق رضوی، مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی، نعیمِ ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، پیر طریقت مولانا راشد میاں مصباحی، حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی مبارک پوری، حضرت مولانا نعیم اختر مصباحی، حضرت مفتی معراج القادری، حضرت مولانا ناظم علی مصباحی، حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی، حضرت مولانا محبوب عزیزی، حضرت حافظ و قاری ابو الحسن مصباحی، حضرت حافظ و قاری جمیل احمد مصباحی، شہزادۂ شارح بخاری ڈاکٹر محب الحق قادری، وغیرہ کثیر علما اور مشائخ تھے۔

برادرانِ گرامی حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی اور مولانا مبارک حسین مصباحی قبر میں اترے اور بڑے ادب و احترام سے مرحومہ کو قبر میں اتارا۔ تدفین کے بعد حضرت مفتی زاہد علی سلامی اور مولانا مبارک حسین مصباحی نے سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور اسی کا آخری رکوع تلاوت کیا اور پھر آخر میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے بڑے الم ناک انداز سے تعزیت پیش فرمائی۔ آپ نے فرمایا، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، محترمہ کے وصال کا ہم سب کو بے حد افسوس ہے، ہم اپنے اور تمام شرکا کی جانب سے خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ مولا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے گناہوں کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان اور خاص طور پر مولانا مبارک حسین مصباحی اور مرحومہ کے اہلِ خانہ کو صبر و شکر کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا مبارک حسین مصباحی نے فرمایا کہ عرس حافظِ ملت کے دونوں دنوں زائرین اور علمائے کرام گھر پر آتے رہے اور موبائل پر بھی کثیر حضرات اور علما و مشائخ نے تعزیت پیش فرمائی اور دعائے مغفرت فرمائی۔

شاعرِ اسلام حضرت بیکل اتساہی بلرام پوری، ڈاکٹر شکیل اعظمی، حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی، حضرت مولانا معین الحق علیمی ممبئی، حضرت مولانا سید شمس الدین مصباحی ہبلی، مولانا شبیر احمد مصباحی ٹورنٹو، کناڈا، حضرت مفتی احمد القادری مصباحی امریکہ، حضرت مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی ہیوسٹن، امریکہ، حضرت مولانا فروغ القادری لندن، حضرت مولانا محبوب عالم چشتی امام و خطیب جامع مسجد ضلع بہاء الدین پنجاب، پاکستان، حضرت مولانا آصف اقبال عطاری پاکستان، حضرت مولانا محمد ثاقب رضا پاکستان، پیر طریقت حضرت مولانا لیاقت حسین رضوی حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی ممبئی، حضرت مولانا محمد محبوب اختر ضیائی ابوظہبی، حضرت مفتی ایاز احمد مصباحی پونے، حضرت مولانا مقبول احمد سالک مصباحی، حضرت مولانا محمد حنیف مصباحی بھوج پور، مولانا قاری نور الہدیٰ مصباحی گورکھ پور، حضرت قاری رئیس احمد عزیزی ہبلی، عالی جناب الحاج عبد العلی عزیزی ممبئی، عالی جناب اعجاز عزیزی دہلی، بی ایس پی کے موجودہ ایم ایل اے جناب الحاج گڈو جمالی وغیرہ۔ سرِ دست یہ چند نام پیش کر دیے ہیں ورنہ تعزیت پیش کرنے والوں کی تعداد تو کثیر ہے۔

متعدّد اخبارات میں بھی انتقال کی خبریں شائع ہوئیں۔خاص طور پر مدنی چینل پاکستان سے وصال کی خبر نشر ہوتی رہی، بلکہ خاص بات یہ ہے کہ امیر اہلِ سنت ابو بلال حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے خصوصی طور پر مرحومہ کے لیے دعاے مغفرت فرمائی۔ مدنی چینل اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ملک اور بیرون ملک دعوتِ اسلامی اور دیگر اداروں کے زیر اہتمام حضرت آمنہ خاتون مرحومہ کے لیے ایصالِ ثواب کی مجلسیں منعقد ہوئیں۔ بہت سے حضرات نے بذریعہ موبائل بھی اطلاع دی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے اس کارِ خیر کے طفیل جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ ہمیں یقین ہے کہ ایصالِ ثواب کرنے والے تمام لوگوں کے نام نہیں آسکے، اس لیے ہم ان تمام مخلصین کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے بھی مرحومہ کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل مرحومہ مغفورہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجے بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیقِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

از: محمد طفیل احمد مصباحی

مدیر اشرفیہ کی والدہ مخدومہ کی وفات حسرت آیات

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے صبحِ روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

سعادتِ لوح و قلم، مورخِ اہلِ سنت علامۃ العصر مولانا مبارک حسین مصباحی کی والدہ ماجدہ حضرت مخدومہ عالیہ آمنہ خاتون کے انتقال کی خبر سن کر بڑا افسوس اور قلبی صدمہ ہوا۔ یہ مشیت الٰہی ہے، خداوند قدوس مرحومہ کو اپنے غفران و رضوان سے سرفراز فرما کر جنت الفردوس میں مکرم و معظم فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مرحومہ مخدومہ کی ذاتِ گرامی خاندان کے جملہ افراد کے لیے بسا غنیمت اور باعثِ خیر و برکت تھی اور ان کا وصال گھر والوں کے لیے محرومی۔

طویل مسافت کی وجہ سے بہت ہی مجبور ہو رہا ہوں ورنہ آج ہی خدمت میں حاضر ہوتا۔ راقم السطور رئیس احمد عزیزی ادروی نے بہ سلسلہ تعزیت گیارہ ہزار درود شریف، نو ہزار کلمہ طیبہ، تین سو پانچ مرتبہ سورہ اخلاص اور دو ختم قرآن شریف کے بعد موصوفہ اور سیدی حافظِ ملت علیہ الرحمہ و حضرت سید محمد شاہ قادری بغدادی کی ارواح طیبات کو ایصالِ ثواب کیا۔ خدا مقبول فرمائے اور مرحومہ آمنہ خاتون کو گلشنِ خلد میں سرمدی اعزاز بخشے۔

شریکِ غم۔ خادمِ درِ عزیزیت۔ رئیس احمد عزیزی مصباحی
مرکزی شہر ہبلی، کرناٹک

ممبئی میں مفتی محمد شعبان علی حبابی نعیمی کا وصال

اہل سنت و جماعت کی معروف شخصیت، ممبئی کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا مفتی الحاج محمد شعبان علی نعیمی بتاریخ ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ/۸؍ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار دو پہر ا؍ بج کر ۱۵؍ منٹ پر دنیاے فانی سے کوچ کر گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) مفتی صاحب کئی مہینوں سے بستر علالت پر تھے۔ آپ کی عمر تقریبا ۹۰؍ سال تھی۔ مفتی صاحب کی دینی، مسلکی سماجی اور فلاحی خدمات اہل علم و عوام الناس سے پوشیدہ نہیں، آپ کئی مدارس و مساجد کے بانی و سرپرست تھے۔ مصنف، عمدہ مدرس، خطیب اور مفتی کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ بحیثیت مفتی و قاضی آپ نے شریعت اسلامیہ کے کثیر فیصلے فرمائیں ہیں۔ آپ نہایت منکسر المزاج، سادگی پسند اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا آبائی وطن تلسی پور، ضلع بلرام پور یوپی ہے لیکن تقریبا ۴۰؍ سالہ زندگی مع اہل و عیال کے ممبئی مالونی میں گذاری اور یہیں سے امامت و خطابت اور فتویٰ نویسی کے عظیم انجام دیے۔ اکثر اداروں میں ختم قرآن شریف و بخاری شریف کی رسم آپ ہی کے ذریعہ ادا کی جاتی تھی۔ ان بے شمار خوبیوں کے علاوہ آپ ایک بہترین نعت گو شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری میں حمد، نعت، منقبت اور صوفیانہ کلام شامل ہے، آپ کا مجموعہ کلام "فردوس شفاعت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ شفاعت کے موضوع پر احادیث کا ایک ذخیرہ "دولت کبریٰ" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل علم کا نہایت احترام کرتے اور خاص کر اہل سادات کا نہایت ادب و احترام اور عقیدت و محبت فرماتے سادات سے عقیدت کی بے مثل مثال یہ ہے کہ آپ نے آخری لمحات میں یہ وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ پیر طریقت الحاج سید ساجد علی میاں صاحب چشتی صابری پڑھائیں اگر وہ ممبئی میں موجود نہ ہوں تو کوئی آل رسول ہی پڑھائیں۔ آپ کے انتقال سے چند روز پہلے سید صاحب قبلہ ممبئی سے جا چکے تھے، انتقال کے بعد.... (باقی ص: ۵۳ پر)

صدائے باز گشت

دلوں کو چھونے والا علامہ محمد احمد مصباحی کا استقبالیہ

فخر صحافت حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجلس شرعی کے بائیسویں فقہی سیمینار کی خصوصی رپورٹ پر مشتمل فروری کا شمارہ ڈاکیے کی کرم فرمائی سے تاخیر سے موصول ہوا۔ بائیسویں فقہی سیمینار میں حل کیے گئے تقریباً تمام عناوین بہترین اور وقت کے مطابق ہیں۔ خصوصاً "ضروریات دین و ضروریات مذہب اہل سنت کی وضاحت" موجودہ حالات کے عین مطابق ہے۔ اس عنوان کے مقالات کی تلخیص کو مولانا ساجد علی مصباحی نے بہت اچھا ترتیب دیا ہے۔ ضروریات دین کے سلسلے میں بعض باتوں کی مزید وضاحت کی حاجت ہے۔ مثلاً "خمر کی حرمت" اور "احکام میں نسخ" لفظاً تو ضروریات دین میں سے ہیں، لیکن کیا ان کی مراد اور تاویل بھی محکمات میں سے ہے؟ یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ یوں ہی نماز کے سلسلے میں امام اعظم کا قول کہ ”:فإن قال أوْمن بهذه الآية(كتب عليكم الصيام)ولا أعلم تأويلها ولا اعلم تفسيرها فإنه لا يكفر “(امام ابوحنيفه،الفقه الابسط، باب:حكم من كذب بالخلق اوانكر معلوما من الدين ضرورة، ج :١،ص:٩٦ ، مكتبة الفرقان،الامارات العربيه ١٩٩٩ء) یعنی اگر کوئی کہے کہ میں آیت نماز پر ایمان لاتا ہوں لیکن اس کی تاویل و تفسیر کو نہیں مانتا (یعنی نماز کی موجودہ ہیئت کو کا انکار کرے) تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیا اس عبارت کی روشنی میں ضروریات دین کی فہرست میں نظر ثانی کی ضرورت ہے؟ اس طرح کے اور بھی مسائل ہیں جن کی وضاحت ہونی چاہیے تھی۔

رسالے کے تمام مشمولات اچھے ہیں۔ البتہ علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کا استقبالیہ دلوں کو چھو لینے والا اور ہزاروں دردمندوں کے دل کی آواز ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ کمنٹ کہ "یہ کہنا کافی نہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں، فلاں کے پاس وسائل ہیں، اسے یہ کام کرنا چاہیے، اور فلاں جب کام شروع کردے تو وہ بھی برداشت نہ ہو، اس کی غیر واقعی خامیوں کی فہرست بڑی باریک بینی اور پیچ در پیچ منطقی ترکیبوں سے تیار کی جائے اور اسے رسوا کرنے کے لیے وسائل کی ساری فراوانی منظر عام پر آجائے، وہی فراوانی جو سچے دینی کام کے لیے مفقود تھی، اب موجود ہے۔" واقعی جماعت کی موجودہ صورت حال اور موصوف کے جذبات کی مکمل عکاسی ہے۔ اخیر میں مصباحی صاحب نے جو شعر کہا ہے اس کے پہلے مصرعے کے اخیر میں "ہے "کمپوز ہونے سے رہ گیا ہے۔ مصرعہ اس طرح ہونا چاہیے: "انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے"۔ ٹائٹل پیج میں "سرمائے" کی بجائے "سرمایہ" شاید جدید رسم الخط ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ جامعہ اشرفیہ اپنے تمام شعبہ جات کے ساتھ اس وقت جماعت اہل سنت کی صحیح رہنمائی اور دین متین کے سچے دینی کام میں مصروف ہے۔ یہ حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ کی دعاؤں اور حضور حافظ ملت کی بے پناہ خلوص و للّٰہیت کا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ اس چمن کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

فقط۔ ناظم اشرف مصباحی

استاذ: جامعہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی، الہ باد

فقہی سیمینار کا انعقاد وقت کی اہم ضرورت

مکرمی ایڈیٹر صاحب............السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہنامہ اشرفیہ فروری ۲۰۱۵ء کا شمارہ موصول ہوا۔ یہ شمارہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تحت ماہ دسمبر ۲۰۱۴ء میں ہوئے ۲۲واں فقہی سیمینار کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا قول ہے ”تصنیف، تدریس، تقریر تینوں میں سب سے مشکل کام تحریر ہے“ بلاشبہ تحریر و تصنیف انتہائی محنت طلب کام ہے جس کی اہمیت کا اندازہ فقہی سیمینار کی تفصیلات سے بھی لگایا جا سکتا ہے فقہی سیمینار میں جو عناوین منتخب کیے جاتے ہیں وہ بہت ہی اہم اور حساس ہوتے ہیں جن پر کچھ لکھنا یا بولنا ماہر علما و فقہا کے ہی بس کی بات ہے۔ ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کتب فقہ، حدیث اور تفسیر میں ضرور مذکور ہیں لیکن ان تک رسائی اور پھر ہر ایک کا علاحدہ حکم معلوم کرنا کیا ہر مسلمان کے بس میں ہے؟ جب کہ انہیں امور کے اقرار و صداقت پر ہمارے ایمان و عقیدہ کی صحت موقوف ہے۔ بائیسویں سیمینار میں اس موضوع پر بڑی تفصیل کے ساتھ معلومات فراہم کی گئی اور ہر جز کا جدا جدا شرعی حکم بھی بیان کیا گیا۔ یقیناً مجلس شرعی کے ذمہ داران اور مندوبین حضرات پورے ذوق و شوق اور اخلاص کے ساتھ منتخب مسائل کو حل کرتے ہیں جس سے عامۃ المسلمین کو تو فائدہ پہونچتا ہی ہے ساتھ ہی خواص کی بھی مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور اس شرعی مجلس کے ذریعہ نوجوان علما و مفتیان کرام کی زبردست فقہی تربیت بھی ہو رہی ہے۔ واقعی مجلس شرعی کے ذریعہ قوم و ملت کا بہت بڑا کام ہو رہا ہے ورنہ ہماری جماعت جدید مسائل کے حل کے سلسلے میں بھی دوسروں کی محتاج ہوتی اور مجبوراً انہیں کا فیصلہ حرف آخر سمجھا جاتا۔ مگر جامعہ اشرفیہ کے فرزندان نے پیش قدمی کر کے اہل سنت کو غیروں کی تقلید سے بچا لیا۔ ہر دور کے علما و فقہا نے اسلام و سنیت اور مذہب و مسلک پر عائد ہونے والے اعتراضات کا جواب علم و تحقیق اور ٹھوس دلیلوں کی روشنی میں دیا

ہے۔مجلس شرعی نے بھی فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت اجتماعی شکل میں اجاگر کر کے نہ صرف غلط فہمیوں کو دور کیا ہے بلکہ چند فرعی مسائل کو لے کر جماعت میں جو انتشار کی فضا ہموار کی جارہی ہے اس کی جڑ ہی کاٹ دی ہے اور جماعتی شیرازہ بندی کے لیے ایک بار پھر بانیِ جامعہ حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس درد بھرے پیغام کو دہرایا ہے کہ ”اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت“۔ مولائے کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جامعہ اشرفیہ یوں ہی پھلتا پھولتا رہے اور امت مسلمہ کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہے آمین۔

محمد عرفان قادری

استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

تین شماروں کا دینی اور تاریخی تجزیہ

مکرمی!..............................سلام مسنون

امیدِ قوی ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ خیریت سے ہوں گے۔ محترم مولانا محمد طفیل احمد مصباحی صاحب کی خصوصی عنایت سے ماہنامہ اشرفیہ کے تین شمارے بابت ماہِ ستمبر، اکتوبر اور نومبر ۲۰۱۴ء ایک ساتھ مل گئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ کشمیر میں آئے سیلاب کی وجہ سے یہاں کا نظام درہم برہم ہوگیا ہے، اور محکمۂ ڈاک بھی اس کا شکار ہوا جس کی وجہ سے یہ ماہنامہ وقت پر موصول نہ ہوسکا۔ ویسے ناچیز علم کی کمی کے باعث اس ماہنامہ، جو ایک بہت بڑے علمی گہوارہ ’الجامعۃ الاشرفیہ‘ کا دینی و علمی ترجمان ہے، کے بارے میں تبصرہ کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن پھر بھی ’چھوٹا منہ اور بڑی بات‘ کے مصداق کچھ تاثرات حاضرِ خدمت ہیں۔

ستمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے کے سارے مضامین قابلِ داد ہیں۔ جو مشمولات پسند آئے ان میں اداریہ، تحقیق و تنقید میں ’نماز کی حالت میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایات‘، آپ کے مسائل، فلسفۂ اسلام اور مقامِ انسانیت، اقوامِ متحدہ میں مسلم سائنس دانوں کی یادگار جس مضمون کو پڑھ کر علامہ اقبال کا یہ شعر ذہن میں آیا۔

وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھی ان کو یورپ میں تو دل ہوا سیپارہ

فلسطینیوں پر روز بروز بڑھتے مظالم اور دُنیا کے امن پسند ممالک کی خاموشی پر جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اپنے آپ کو انسانی حقوق کے چیمپئن کہنے والے اقوام متحدہ کے ممالک دہشت گردوں کی پھانسی کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں لیکن جب بات فلسطین کی آتی ہے تو جیسے سانپ سونگھنے لگتا ہے۔ اور اسرائیلی دہشت گردوں کی کارروائیوں کو صحیح ثابت کی کرنے کی کوششیں شروع ہوجاتی ہیں، اور حقِ دفاع کی دہائی دی جاتی ہے۔ اب اگر ان میں چھپی انسانیت اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسرائیل کے خلاف قرارداد پاس بھی کروانے کی کوشش کرتے ہیں، تو اسرائیل کا ناجائز باپ ’امریکہ‘ میدان میں کود پڑتا ہے اور حقِ ویٹو کا استعمال کرتا ہے۔ اس طرح وہ اسرائیل کے جرائم میں برابر کا شریک ہے۔ دوسری طرف اسلامی ممالک، جو اگر باہمی اختلافات کو ایک طرف رکھ کر صرف کلمہ کی بنیاد پر ایک ہوجائیں تو دُنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے گی، وہ اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں پر صرف مذمتی بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جب اسرئیل کے ظلم کے خلاف مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اپنے اپنے ممالک پر زور دیا گیا کہ اسرائیل کے خلاف کارروائی کی جائے تو ایک اسلامی ملک نے فتویٰ جاری کروایا کہ اسرائیل کے خلاف احتجاج جائز نہیں ہے۔ اس حوالہ سے محترم صابر رضا رہبر کی تحریر بہت اچھی لگی۔

محترم مولانا ممتاز عالم مصباحی کا مضمون ”جارحانہ قوم پرستی اور مسلمان“ بھی پسند آیا۔ فکر و نظر کے تحت ’اردُو میں منقبت نگاری: آغاز و ارتقا‘ جس میں محترم مولانا طفیل احمد مصباحی نے منقبت کی ابتدائی شکل پر بحث کی ہے اور محترم مولانا محمد شکیل احمد مصباحی نے منقبت کی ادبی و صنفی حیثیت متعیّن کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ دونوں نے تحقیقی انداز اپنایا اور اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ دونوں کی خدمت میں مبارکباد!

اکتوبر ۲۰۱۴ء کے سارے ہی مضامین بہت خوب ہیں۔ اداریہ از مولانا محمد طفیل احمد مصباحی بعنوان ”حج کا روحانی پیغام“، (دونوں) عطاری صاحبان کی حدیث کے بارے میں تحقیقی مضامین، امام طحاوی اور علم حدیث از محترم امتیاز رضا علائی، عبدالحسیب کچھوچھوی کا مضمون ”اسلام کا تصورِ فقر“ پسند آئے۔ ابوالحسن فضیل رضا العطاری کا مضمون ”فکر و عمل کی تطہیر کا عزمِ نو“ پڑھ کر پاکستانی معاشرہ کی اخلاقی حالت پر افسوس ہوا۔ محمد اختر علی واجد القادری نے اپنے مضمون ”قربانی کی حقیقت“ میں غیر مسلموں کے سوالات کے جوابات دیے ہیں وہ بہت ہی پسند آئے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے تجدیدی کارناموں (علی الخصوص الحادِ اکبری کے انسداد) سے مزّین مضمون کافی معلوماتی ہے، مضمون نگار مولانا فہیم احمد ثقلینی ازہری صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ غلام رسول دہلوی کے فکر انگیز مضمون ”عالمِ اسلام میں جدید خوارج کی شر انگیزیاں“ کے سلسلے میں عرض ہے کہ محترم دہلوی موجودہ دور کی ’خارجیت‘ پر بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور عوام کو اسلام کے پیغامِ امن سے متعلق جانکاری دیتے ہیں جس کی شبیہ بگاڑنے کی کوششیں بڑے پیمانے پر ہورہی ہیں اور اسلام کو نظامِ رحمت کے بجائے اس کے نادان دوست اس کو ایک ’خونخوار‘ اور ’انسانی آزادی سلب کرنے والا مذہب‘ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف آواز بلند کرنا بذاتِ خود ایک عظیم جہاد ہے۔ یقینا

دہلوی صاحب اس سلسلے میں ہر محاذ پر؛اخبارات، رسائل اور سوشل میڈیا پر مصروفِ جہاد نظر آتے ہیں، جس کیلئے وہ قابل مبارک باد ہیں۔ زیرِ نظر شمارے میں دہلوی صاحب نے مولانا سلمان ندوی کے بیان، جو انہوں نے داعش کے بارے میں دیا ہے، کا تعاقب کیا ہے اور ساتھ ہی اکابرینِ ملت کی آرا بھی دی ہیں۔ مضمون بہت خوب ہے اور اس میں بھی وہی خوبی ہے جو دہلوی صاحب کے مضامین کی ہوا کرتی ہے۔ لیکن ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ مولانا خوشتر نورانی سے منسوب یہ الفاظ کہ: ''اسلام جمہوری اقدار کی وکالت کرتا ہے جنہیں جمہوریت اور سیکولرازم کے موجودہ دور میں قبول کیا جانا چاہیے۔ (انہوں نے کہا) کہ اس دور جدید میں خلافت قائم کرنے کی کوئی بھی بات حماقت کی انتہا ہے۔ جدید دور میں کسی بھی قسم کی خلافت کی بالکل کوئی ضرورت نہیں ہے، حتیٰ کہ اسلامی حکومتوں کی بنیاد بھی آج جمہوریت کے منصفانہ اقدار پر ہونی چاہیے۔'' جناب میرے لیے تو یہ بات بالکل عجیب ہے کیوں کہ موجودہ جمہوریت اور اسلامی خلافت کا اجتماع اور پھر خلافت کا عظیم طرز حکومت، اُس کو موجودہ جمہوریت کا نام دیا جائے حاشا وکلّا۔ کیا آج کی جمہوریت وہی جمہوریت ہے جس کی وکالت اسلام کرتا ہے؟

محترم! اسلامی جمہوریت کوئی اور شے ہے اور آج کی یہ جمہوریت اور چیز، اس جمہوریت کے متعلق دانائے راز ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں بسا اوقات رات و چوکیدار کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں تھا اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کرکے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں، امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کرکے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا: کہ یہ خیمہ سے آواز کیسی آرہی ہے؟ ان صاحب نے کہا: میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اسرار فرمایا کہ نہیں بتادو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ میری بیوی ہے اور ولادت کا وقت قریب ہے، دردِزہ ہورہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی نہیں۔ آپ وہاں سے اُٹھے اور اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمھارے لیے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہے؟ فرمایا: ایک گاؤں کی رہنے والی بے چاری تنہا ہے اس کو دردِزہ ہورہا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں ہاں! آپ کی صلاح ہے تو میں تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ولادت کے وقت جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو، وہ لے کر چلیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود پیچھے پیچھے ہولیے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے ابالے، گھی ڈالا، اتنے میں ولادت سے فراغت ہوگئی، اندر سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آواز دے کر عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجیے۔ امیر المومنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ گھبرائے، آپ نے فرمایا: گھبرانے کی بات نہیں، وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ، رات بھر تمھاری جاگنے میں گذر گئی۔ اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لائے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمھارے لیے انتظام کردیا جائے گا۔ (سچی حکایات از مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب؛ حصہ اوّل؛ صفحہ ۱۴۱-۱۴۰، حکایت نمبر ۱۵۴)

مولانا ابوالنور محمد بشیر بطور 'سبق' اس واقعہ کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

''قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے اور اس حقیقت کا اظہار خلفائے راشدین کے عہد میں خوب ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اتنی بڑی بلند شان کے باوجود ایک غریب بدو کی رات بھر خدمت کرتے ہیں بھلا اس زمانہ میں کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مال دار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو جنگل میں لے جائے اور خود چولہا دھونک کر پکائے۔ مسلمانوں کو اپنے ان بزرگوں کی سیرت کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔''

میں نے اس واقعہ کا حوالہ اس لیے دیا کہ یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو جائے کہ اسلامی نظامِ حکومت یعنی خلافت اور دوسرے نظام ہائے بشمولِ موجودہ دور کی جمہوریت میں کیا فرق ہے۔ اور اسلامی حکومت کے سربراہ یعنی خلیفہ اور بادشاہوں و مملکت کے سربراہوں کے درمیان امتیاز ہوسکے۔

دُنیا میں ایسے بھی ممالک ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان کے لیے وہاں کی حکومت سازی میں رائے دینے کا حق دیا گیا ہے، اس طرح وہ اس نظام کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ اب ہم 'اسلامی خلافت' کا انکار ہی کر بیٹھیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ جب حضرت امام مہدی آئیں گے تو پوری دُنیا پر عادلانہ اور منصفانہ 'اسلامی خلافت' کا قیام ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اُس کے لیے زمین ہموار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل فرمائے جو حضرت امام مہدی کے ساتھ اُن کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

ہمیں ان لوگوں کی ضرور مذمت کرنی ہے جو اسلام کو بطورِ ظالمانہ نظام پیش کرتے ہیں، جن کی نگاہ میں انبیاے کرام علیہم السلام اور اہل بیت اطہار، صحابۂ کرام اوراولیاے کرام کے ذواتِ مقدسہ اور مزارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جن کے سروں پر صرف ایک ہی دھن سوار ہے کہ اسلامی قوانین نافذ کرنے ہیں جس کے لیے کتنا ہی خون بہانا پڑے اور قتل و غارت کرنی پڑے۔ جو بھلے ہی اپنے نام اور جھنڈے کتنے ہی خوش کن کیوں نہ رکھیں، ہیں تو دہشت گرد ہی نا۔ لیکن اس مذمت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس مذمت کی آڑ میں اسلام کے نظام حکومت یعنی خلافت سے انکار اور خلافت کو جمہوریت میں ضم کرنے کی کوشش بھی نہ کریں۔

اندازِ بیاں گرچہ شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

رہا سوال خلافت کا تو ہر ایمان والا یہ تمنا رکھتا ہے کہ کب اسلامی نظام غالب ہوجائے اور دُنیا میں ہر طرف امن و امان قائم ہو۔ اگر ہم پُرامن طریقہ سے دُنیا کو اس نظامِ سے روشناس نہ کریں گے تو ان کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ نظام نظامِ رحمت ہے جس کے نفاذ سے انسان حقیقی آزادی سے ہمکنار ہوتا ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے تو اس کا سیدھا مطلب ہوتا ہے کہ اس کا اپنا ایک سیاسی نظریہ بھی ہے اور اسلام کے اسی نظریہ کا نام خلافت ہے بقولِ اقبال ؎

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

اور اقبال کو یقین تھا کہ اسلامی نظام قائم ہوکر رہے گا وہ فرماتے ہیں کہ ؎

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بچہ مزدوری سے متعلق 'بزمِ دانش' بہت خوب ہے؛ تینوں؛ محترمہ عمرانہ طیبہ، محترم ساجد رضا مصباحی اور محترم محمد عابد چشتی نے اس مسئلے پر بہت اچھا کام کیا ہے۔ اللہ پاک ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے ۔

نومبر ۲۰۱۴ء کا شمارہ بھی علمی و تحقیقی مضامین کا گلدستہ ہے۔ ہر مضمون قابلِ تعریف ہے۔ اس شمارہ میں بھی علامہ غلام رسول دہلوی نام نہاد 'جہادیوں' سے قلمی جہاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزمِ دانش میں منشیات کے روک تھام کے لئے جو تجاویز چاروں علماے کرام نے پیش کیں ہیں اگر اُن پر اچھی طرح سے عمل کیا جائے تو بہت جلد اس وبا سے ہمارے سماج کو نجات ملے گی۔ محمد آصف اقبال صاحب کی تحریر "تحریر: کیا، کیوں اور کیسے؟" بہت اچھی لگی۔ مضمون نگار کی خدمت میں مبارکباد۔ اللہ حافظ و ناصر۔

سید آصف رضا
نارہ بل، بڈگام، کشمیر syedasifraza11@gmail.com

(ص: ۴۹ کا بقیہ) سید صاحب سے رابطے کرنے پر پتہ چلا کہ آپ سفر میں ہیں اور طبیعت بھی علیل ہے، نہیں تشریف لا سکے ۔ لیکن سید صاحب سے عقیدت اس قدر تھی کہ مفتی صاحب نے اپنی خلافت واجازت سب سے پہلے سید صاحب کے سپرد کی اور یہ جملہ فرمایا کہ " حضرت یہ تبرکات آپ کے آباو اجداد کے بطور امانت میرے پاس تھے جو میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں اسے آپ سنبھالیں "۔ سید صاحب بھی نہایت ادب واحترام اور بے حد محبت فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سید صاحب کی سرپرستی میں چلنے والا خواتین اسلام کا دینی ادارہ جامعۃ الفقیہات کی ابتدا تا حیات آپ نے فضیلت کی طالبات کا سالانہ امتحان لیا اور ختم بخاری شریف کی مقدس رسم بھی آپ ہی کے ذریعہ ادا ہوتی رہی ۔ یہاں تک حضرت مفتی صاحب کی طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو سید صاحب نے آپ ہی سے مشورہ کا حکم دیا، اپنی جگہ کسی کا انتخاب کریں ۔ سید صاحب کی سرپرستی میں ممبئی سے شائع ہونے والا ماہنامہ ضیائے صابر کے آپ مشیر اعلیٰ تھے اور ماہنامہ میں ایک مستقل کالم "مسائل شرعیہ "جس میں آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔ آپ کے مضامین ہندوپاک کے اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے گاؤں میں ہوئی اور پھر درجہ فضلیت کی فراغت جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی سے ہوئی۔ وہیں سے آپ بیعت بھی ہوئے اور بعد میں خلافت واجازت بھی عطا ہوئی۔ ممبئی کے ممتاز علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔ آپ کا انتقال جماعت اہل سنت کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن نظر آتی ہے ۔ ناچیز (محمد شاہد صابری) سے بے حد محبت فرماتے تھے، آپ ناچیز کو سند حدیث اور سند روایت حفص سے بھی نوازا، جس وقت آپ نے سندیں عطا فرمائی باقاعدہ چند منٹ حدیث اور قراءت کا درس دیا پھر سند تفویض فرمائی۔ جب آپ کی طبیعت علیل رہنے لگی تو ایک دفعہ گھر والوں کے سامنے آپ نے فرمایا کہ " میری ساری کتابیں آپ لوگوں کے حوالے کرتا ہوں ، میرے بعد چاچی (آپ کی اہلیہ محترمہ) سے لے جانا اور میرے فتاویٰ جامعۃ الفقیہات کو دیتا ہوں وہ جس طرح چاہیں طباعت کر کے شائع کریں "۔

حضرت کی نماز جنازہ مالونی قبرستان میں رات تقریبا ۱۲/ بجے ادا کی گئی، شیخ طریقت حضرت مولانا سید اشرف میاں مدظلہ العالی خطیب وامام باؤلہ مسجد، ممبئی نے پڑھائی ۔، لوگوں کا اژدہام اس قدر تھا کہ صفیں کثیر ہوگئیں اور قبرستان سے باہر روڈ پر لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی ۔ آپ کے جنازے میں شہر ممبئی کے معزز علما ومشائخ کا ایک جم غفیر اور شہر کے عمائدین ودانشوران قوم ملت کا ایک کثیر مجمع تھا۔ اہل سنت کا یہ عظیم سپوت اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور ہمارے درمیان ایک خلا چھوڑ گیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

از: محمد شاہد عرشی صابری۔ ایڈیٹر ماہنامہ ضیاے صابر، ممبئی

خیر و خبر

مرکزی حج کمیٹی کے فیصلہ پر تنظیم ابنائے اشرفیہ کا احتجاج

حج کمیٹی کے ذریعہ قربانی کا انتظام کرنے کے حکم کو شریعت میں بے جا مداخلت قرار دیا

تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی میٹنگ ہوئی، جس کی صدارت مولانا نعیم الدین عزیزی نے کی۔ اس موقع پر مرکزی حج کمیٹی کی جانب سے حجاج کرام کے قربانی کی رقم پہلے ہی حج کمیٹی کے حوالے کرنے اور اسی کمیٹی کے زیرِ انتظام قربانی کرائے جانے کے حکم کو شریعت میں بے جا مداخلت قرار دیتے ہوئے سخت برہمی کا اظہار کیا گیا۔ تنظیم کے نائب صدر مولانا محمد ادریس بستوی نے کہا کہ اخبارات کے ذریعہ اطلاع ملی کہ امسال حج کی سعادت حاصل کرنے والے حجاج کو مرکزی حج کمیٹی نے اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ حجاج قربانی کے جانور کی رقم حج کمیٹی کے حوالہ کر دیں، کمیٹی قربانی کا انتظام خود کرے گی۔

مولانا نے مزید کہا کہ مذکورہ حکم ایک ایسا نادر شاہی فرمان ہے جس کو عازمین حج کسی حال میں منظور نہیں کر سکتے۔ نیز یہ حکم حاجیوں کے منشا اور آزادی کے بالکل خلاف ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے ہر حاجی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق جانور خرید کر قربانی کرے۔ پیغمبر ﷺ نے قربانی کے جانور کو فربہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی علت بیان کی ہے کہ یہی جانور میدانِ محشر میں پل صراط سے گزرنے کی سواری ہوگا۔ اسی لیے مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق اچھا اور فربہ جانور قربانی کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اب حج کمیٹی یکساں رقم قربانی کے جانور کے لیے جمع کروا کے قانونِ شریعت کو پامال کر رہی ہے۔ کیا حج کمیٹی اتنی بڑی تعداد میں ایک ہی قیمت کے جانور فراہم کر پائے گی؟ جو لوگ صاحبِ ثروت ہیں، وہ انتہائی بیش قیمت جانور خریدنا چاہیں گے اور جو لوگ مالی اعتبار سے کمزور ہیں وہ کم قیمت کا جانور خریدیں گے، پھر حج کمیٹی حاجیوں کے ان اختیارات کا خاتمہ کیوں کرنا چاہتی ہے؟ جب شریعت نے رہبر اصول بیان کر دیے ہیں تو اسی انداز میں حاجیوں کو قربانی کرنے کا موقع ملنا ان کا بنیادی حق ہے، جسے کسی حال میں ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں مرکزی حج کمیٹی نے صوبائی حج کمیٹیوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا، جب کہ مشورہ کرنا بالکل ضروری تھا۔ آخر میں ہم حکومتِ ہند اور سینٹرل حج کمیٹی سے اپیل کرتے ہیں کہ اس ناجائز، ناروا اور غیر شرعی حکم کو فوراً منسوخ کریں۔

مولانا مبارک حسین مصباحی جنرل سکریٹری تنظیم ابنائے اشرفیہ نے حجاج کرام کے تعلق سے مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی پالیسیوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حکومتِ ہند کسی نہ کسی طریقے سے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا راستہ نکال لیتی ہے اور ہزار مخالفتوں کے باوجود وہی کرتی ہے جس کا وہ عزم و ارادہ کر لیتی ہے مولانا نے حجاج پر قربانی کی رقوم جمع کرنے کے تعلق سے فقہی نقطۂ نظر سے بھی گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا:

حرم میں حلق نہ کیا، حدودِ حرم سے باہر کیا، یا بارہویں کے بعد کیا یا رمی سے پہلے کیا، یا قارن و متمتع نے قربانی سے پہلے کیا، یا ان دونوں نے رمی سے پہلے قربانی کی تو ان سب ہی صورتوں میں دَم ہے۔ یعنی مجرمانہ قربانی لازم ہے۔

مولانا نے مزید کہا کہ قربانی حجاج کرام پر بطور شکرانہ واجب ہے، مگر یہ حکم صرف قارن اور متمتع کے لیے ہے جب کہ منفرد کے لیے مستحب ہے۔ اب اگر گورنمنٹ نے جو حکم دیا ہے اس میں کوئی تفریق نہیں ہے کہ قربانی کون کرے گا، عام طور پر حج کا نظام ایسے لوگوں کے سپرد ہے جو عام طور پر سنی نہیں بلکہ نجدی یعنی وہابی یا دیوبندی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ قربانی کے لیے سنت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود قربانی کرے ورنہ ذبح کرتے وقت وہ خود وہاں موجود رہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ گورنمنٹ جب قربانی کرائے گی تو وہ مشینی ذبیحہ کرے گی جو ہم اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک درست نہیں۔

مولانا نے اپنی گفتگو کو مستحکم کرنے کے لیے حسب ذیل بہارِ شریعت کا ایک اقتباس پیش کیا:

”رمی سے فارغ ہو کر قربانی میں مشغول ہو، یہ قربانی وہ نہیں جو بقر عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مال دار پر واجب ہے اگرچہ حج میں بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قارن اور متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو۔ جانوروں کی عمر و اعضا میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

مسئلہ: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے، وہ

اگر قران یا متمع کی نیت کر لے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے، تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷/۸/۹/ کو رکھے باقی سات تیرہویں ذی الحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

اس موقع پر مفتی زاہد علی سلامی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا حسین اختر مصباحی، مولانا ہارون مصباحی، مولانا عبد اللہ ازہری، مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری، مولانا شہباز عالم مصباحی وغیرہ کے علاوہ دیگر شرکا کثیر تعداد میں موجود تھے۔

بھیونڈی میں علامہ فضل حق خیرآبادی ایوارڈ کا اعلان

۲۸/ فروری ۲۰۱۵ء بھیونڈی، رسول آباد نوری باغ، کھاڑی پار، میں مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آف انڈیا یونٹ بھیونڈی (MSO) اور فیضانِ غوث اعظم کمیٹی کے اشتراک سے معروف صنعت کار عبد السلام خان صدر (MSO) کی سرپرستی میں ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی جس میں بھیونڈی شہر کے متعدد علماے کرام اور عظماے شہر نے شرکت کی ان تمام کی موجودگی میں معروف شاعر وادیب مومن جانِ عالم رہبر کو پہلی مرتبہ علامہ فضل حق خیرآبادی ایوارڈ دیا گیا۔

اس عظیم الشان پروگرام میں مولانا ابوالحسن نوری نے اپنے اصلاحی بیان سے سامعین کو متاثر کیا، بھیونڈی کے مختلف علاقے سے ۶۵ بچوں نے نعت کے مقابلے میں شرکت کی تمام بچوں کو انعامات سے نوازہ گیا اور انفرادی انعامات بھی دیے گئے۔

از: محمد شعبان قادری

شہر ہبلی میں عرس حافظ ملت

حافظِ ملت محدث وہ امیرِ کارواں

مرشد و پیرِ طریقت، سنیت کا پاسباں

مسجد تاج ہبلی میں یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ کو اراکین جماعت کی جانب سے ابوالفیض، شاہدِ اسرارِ طریقت، ناظرِ انوارِ حقیقت، سرکار حافظِ ملت علامہ شاہ مفتی عبد العزیز اشرفی امجدی محدث مراد آبادی قدس اللہ نفسہ بانی مرکز علم و فن الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پر کا عرس پورے اہتمام شوق کے ساتھ منایا گیا۔ صبح ۸/ بجے قرآن خوانی کی پاکیزہ تقریب شروع ہوئی۔ شب میں باضابطہ عرس سراپا قدس کا آغاز تلاوتِ کلامِ ربانی سے ہوا۔ نعت ومنقبت خوانی کے بعد فقیر بے توقیر رئیس احمد عزیزی مصباحی ادروی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرشدِ گرامی شیخ الصابرین حضور حافظِ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ کی مسندِ تدریس سے تفسیر و حدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسئلہ درس و تدریس کے مجاہد اعظم حافظ ملت کے ہزاروں شاگرد علم و فضل کے آفتاب و ماہ تاب اور رشد وہدایت کے نجوم بن کر ملک اور بیرون ملک دنیا کے بیش تر حصوں کو روشن اور تاب ناک کر رہے ہیں۔

۱۱/ بج کر ۵۵/ منٹ پر قل شریف، شجرۂ طیبہ ایصالِ ثواب کے بعد بارگاہِ الٰہی میں دعائیں اور صلوٰۃ وسلام، تقسیم تبرک کے بعد پروگرام ختم ہوا۔ از: رئیس احمد عزیزی ادروی، ہبلی، کرناٹک

مبارک پور میں استاذ الحفاظ حافظ شبیر احمد مصباحی علیہ الرحمۃ کا فاتحہ چہلم

۲۹/ مارچ ۲۰۱۵ء کو بعد نمازِ عشا محلہ پورہ صوفی مبارک پور میں جلسۂ سیرت مصطفی ﷺ کا انعقاد ہوا۔ یہ بزم محبت استاذ الحفاظ حضرت حافظ وقاری شبیر احمد مصباحی علیہ الرحمہ کے فاتحۂ چہلم کی مناسبت سے منعقد ہوئی۔ حضرت حافظ صاحب کی عمر ابھی بہت زیادہ نہیں تھی، ابھی تو ان کے ریٹائر ہونے میں بھی چند سال باقی تھے، مگر مسلسل امراض نے انھیں چند برس میں موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔ آپ بلند اخلاق، نیک سیرت اور بزرگوں کا حد درجہ ادب واحترام فرماتے تھے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ اور شعبۂ حفظ کے تلامذہ بھی ان سے بے پناہ متاثر رہتے تھے، وقت وصال ان کے پانچ فرزند اور چند لڑکیاں تھیں۔ فرزندگان بھی اپنے والد کی طرح خوش اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل حضرت حافظ شبیر احمد مصباحی کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ حافظ صاحب اپنے محلے کی بلوریا جامع مسجد کے امام وخطیب تھے، نیک سیرت ہونے کی وجہ سے اہلِ محلہ بھی ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔

فاتحۂ چہلم کے اجلاس کی سرپرستی نعیم ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی نے فرمائی جب کہ نظامت قاری ریاض احمد مبارک پوری نے کی، اجلاس کے انتظام وانصرام میں حضرت حافظ شبیر احمد مصباحی کے فرزندان اور تلامذہ نے بھرپور دل چسپی سے حصہ لیا۔ تلاوتِ کلامِ ربانی کے بعد راقم خیر الراشدین مبارک پوری اور جناب مبشر حیدر مبارک پوری نے نعتیں پڑھیں، ابتدائی خطاب حضرت حافظ و قاری کمیل

اشرف مصباحی نے فرمایا، خطیبِ عصر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے قرآن عظیم کی عظمت و بلاغت کے موضوع پر طویل خطاب فرمایا۔ آپ نے پہلے استاذ الحفاظ حضرت حافظ شبیر احمد مصباحی کے فضائل اور قرآن مجید کی خدمت کے حوالے سے ان کا ذکر خیر کیا۔ آپ نے حضرت حافظ صاحب کی تدریس قرآن کے تعلق سے فرمایا کہ آج مقامی اور بیرونی سطح پر ان کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ تلامذہ ملک کے مختلف علاقوں میں تحفیظ و تجوید کی بلند پایہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت خطیبِ عصر نے قرآن عظیم کے تعلق سے فرمایا کہ آج روے زمین پر آسمانی کتابوں کے نام سے مختلف کتابیں ہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ ان کتابوں میں قرآن مقدس کے سوا کوئی دوسری کتاب اپنی اصلی حالت پر موجود نہیں ہے۔ آپ توریت، زبور اور انجیل کو دیکھیں، ان کتابوں کے متعدّد نسخے پائے جاتے ہیں، اس لیے دنیا کا کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ انھیں حالتوں پر موجود ہیں جس طرح انبیاے سابقین پر نازل ہوئی تھیں۔ یہ امتیازی مقام صرف قرآن عظیم کو حاصل ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں یکساں قرآن عظیم کے نسخے ملیں گے ہر جگہ تجوید و قراءت کی یکسانیت ملے گی، ہر جگہ قراءت حفص اور قراءتِ سبعہ کی رعایت کے ساتھ پڑھنے والے ملیں گے۔

خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے بھی انتہائی وقیع اور عالمانہ خطاب فرمایا۔ آپ نے بھی ابتدا میں علم کی اہمیت اور تعلیم قرآن عظیم کی فضیلت پر روشنی ڈالی اور اس کے بعد موت اور زندگی کے اسرار پر معلومات افزا خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ قابلِ مبارک باد ہیں حضرت حافظ شبیر احمد مصباحی کے فرزندگان اور بلند ہمت تلامذہ جنھوں نے بڑی عقیدت و محبت سے اس چہلم شریف کے پروگرام کا انعقاد کیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حافظ صاحب گوناگوں اوصاف و کمالات کے حامل تھے۔ آپ اپنی زندگی شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں گزارنے کی کوشش فرماتے تھے اور بڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔

اخیر میں سرپرست اجلاس حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔ آپ نے انسانوں کی زندگی کے، فرق اور ان کی فکروں کے اختلافات پر روشنی ڈالی۔ آپ نے ملک الموت کو مختلف الخیال حضرات کے پاس آنے کے چند واقعات کی روشنی میں بیان فرمایا۔ ہم سب کو ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ کس وقت اجل آجائے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شان تو انبیاے کرام کی ہے کہ ملک الموت ان سے اجازت لیتا ہے۔ حضرت نے دل و دماغ کو متاثر کرنے والی باتوں سے محفل کا رنگ بدل دیا تھا۔

اجلاس میں حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ اشرفیہ سکٹھی، حضرت حافظ و قاری نفیس احمد مصباحی پرنسپل مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم نوادہ مبارک پور، اور دیگر علما و حفاظ بھی موجود تھے۔

اجلاس کے اختتام پر فاتحہ چہلم اور صلاۃ و سلام ہوا اور اس کے بعد حضرت حافظ و قاری جمیل احمد نے شجرۂ قادریہ برکاتیہ پڑھا اور رقت انگیز دعا کرتے ہوئے حضرت استاذ الحفاظ حافظ شبیر احمد مصباحی کے لیے دعاے مغفرت فرمائی۔ از: خیر الراشدین، مبارک پور

فاتحہ چہلم استاذ الحفاظ حافظ شبیر احمد مبارک پوری

۲۱/ مارچ ۲۰۱۵ء یومِ شنبہ کو بمقام شہر ہبلی کرناٹک میں زیرِ عقیدت زینت درس گاہ، سراپا برکت، عظمت مآب، شفیق استاذ حضرت حافظ و قاری شبیر احمد صاحب مرحوم و مغفور سابق استاذ حفظ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و خطیب و امام بلوریا مسجد و مشیرِ اعلیٰ انجمن ہاشمیہ پورہ صوفی مبارک پور فاتحہ چہلم شریف و قرآن خوانی منعقد ہوا۔ صبح نماز کے بعد سے ۸/ بجے دن تک قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہا اور فاتحہ ایصالِ ثواب پر ختم ہو کر شیرینی تقسیم کی گئی اور اسی روز بعد نمازِ عشا میلاد شریف پڑھا گیا اور حضرت حافظ موصوف کی تعلیمی و تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔

بعد صلاۃ و سلام کے حضرت کے لیے دعاے خیر کی گئی۔

حضرت استاذی الکریم حافظ شبیر احمد کی ذاتِ گرامی بے شمار خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ کم ترین رئیس احمد عزیزی کو حضرت استاذ معظم سے قلبی لگاؤ اور عقیدت ہے۔ مجھ ناچیز پر استاذ گرامی کا خاص الخاص کرم تھا، مجھے اولاد کی طرح جانتے مانتے تھے۔ ۲۰۰۵ء تا ۲۰۰۷ء میں میری دعوت پر تراویح پڑھانے کے لیے ہبلی کرناٹک تشریف لائے تھے۔ خادم کو ہمیشہ آپ نے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ مولاے کریم ہمارے استاذ محترم کی قبر پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ رئیس احمد ادروی، ہبلی، کرناٹک

☆☆☆☆